عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ نمبر 5 ☆ جلد 7 / 39

جولائی 2003ء

جمادی الاول ۱۴۲۴ھ

الوداع حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ الوداع

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ حیات وخدمات

آہ! حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی رخصت ہوگئے

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے ایک ملاقات

مولانا مجاہد الحسینی کی مسلسل نوازشات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ نمبر 5 ☆ جلد 7 / 39

بانی: مجاہد ختم نبوۃ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالی

نگران اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر صاحبزادہ طارق محمود

ایڈیٹر حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان

سرکولیشن منیجر رانا محمد طفیل جاوید

منیجر قاری محمد حفیظ اللہ

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی ○ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد

مولانا بشیر احمد ○ حافظ محمد یوسف عثمانی

مولانا محمد اکرم طوفانی ○ حافظ محمد ثاقب

مولانا خدا بخش شجاع آبادی ○ مولانا احمد بخش

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ○ مولانا مفتی حفیظ الرحمن

مولانا محمد نذر عثمانی ○ مولانا قاضی احسان احمد

مولانا غلام حسین ○ مولانا محمد طیب فاروقی

مولانا محمد اسحاق ساقی ○ مولانا محمد قاسم رحمانی

مولانا غلام مصطفیٰ ○ مولانا عزیز الرحمن ثانی

مولانا فقیر اللہ اختر ○ چوہدری محمد اقبال

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ○ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ○ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ ○ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ ○ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ○ شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ ○ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہؒ

حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ ○ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ ○ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ○ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

رابطہ: دفتر مرکزیہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، حضوری باغ روڈ، ملتان، پاکستان

فون ۵۱۴۱۲۲ - فیکس ۵۴۲۲۷۷

ناشر: صاحبزادہ طارق محمود، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان، مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوۃ، حضوری باغ روڈ، ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم	صاحبزادہ طارق محمود	3
ڈاکٹر محمد اجمل نیازی کی بے نیازیاں	صاحبزادہ طارق محمود	5
داڑھی اور پردہ کی تضحیک	صاحبزادہ طارق محمود	6

مقالات ومضامین

حضرت مولانا مجاہد الحسینی کی مسلسل نوازشات	ابن عبدالخالق رحمانی	9
الوداع مولانا عبدالرحیم اشعرؒ الوداع	مولانا اللہ وسایا	12
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را	ادارہ ماہنامہ الخیر	30
مناظر ختم نبوت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا انتقال	ادارہ نور علیٰ نور	31
مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی رخصت ہوگئے	مولانا زاہد الراشدی	34
مولانا عبدالرحیم اشعرؒ حیات وخدمات	مولانا محمد اسماعیل	37
جنوبی افریقہ کی عدالت میں قادیانی مقدمہ ہار گئے	انٹرویو مولانا عبدالرحیم اشعرؒ	40
مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے ایک ملاقات	ظہیر میر	48
آہ! مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی چل دیئے	قاری سید شاہ محمد	52
حضرت مولانا فیض اللہ بھی چل بسے	ادارہ	53
آہ! حاجی غوث بخش ڈینہ مرحوم	ادارہ	54

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

آہ! حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ!!!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق نائب امیر' سابق ناظم تبلیغ اور معروف مناظر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ 80 برس کی عمر میں 22 مئی 2003ء بروز جمعرات اپنے آبائی گاؤں جلالپور پیروالا میں قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مولانا کی وفات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلاشبہ ایک مخلص مبلغ' شفیق استاد اور کہنہ مشق مناظر سے محروم ہوگئی ہے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے پچاس برس دین کی خدمت کی۔ بالخصوص احتساب قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا اشعر مرحوم کی دینی علمی خدمات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھا جائے گا۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے پوری زندگی قادیانی فتنہ کی بیخ کنی میں گزاری۔ ان کی حیات کا مرکز ومحور ختم نبوت کا تحفظ' مرزائیت کی پسپائی ورسوائی تھا۔ 1949ء میں دینی تعلیم سے فراغت کے بعد مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ جیسے مردم شناس رہنما کی تحریک پر مولانا مرحوم فتنہ قادیانیت کے خلاف اس طرح سرگرم عمل ہوئے کہ تاحیات اپنے آپ کو اس مقدس مشن کے لئے وقف کردیا۔ یہ وہ دور تھا کہ اگر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ چاہتے تو میدان سیاست میں نام کما سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کی سنگینی کو سیاست کی رنگینی پر ترجیح دی۔ اپنی روایتی سادگی' اخلاص اور للّٰہیت کو قائم رکھا اور اسی بنا پر دینی حلقوں میں عزت واحترام اور وقار حاصل کیا۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی مستقل مزاجی اور اپنے نصب العین سے عشق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1954ء میں جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کا پہلا اجلاس منعقد ہوا تو انہوں نے بنیادی رکنیت کے اعزاز کے ساتھ جس تبلیغی سفر کا آغاز کیا آخری وقت تک اس تحریک سے نہ صرف وابستہ رہے بلکہ دل وجان سے اس تحریک کی آبیاری کی۔ مولانا مرحوم اس قدر وفاشعار تھے کہ مرتے دم تک اس جماعت کی تعمیر وترقی میں برابر حصہ لیتے رہے جس کی بنیاد رکھنے کا انہیں شرف حاصل تھا۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ' مولانا محمد علی جالندھریؒ' مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا محمد حیاتؒ' مولانا تاج محمودؒ' مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ جیسے زعما کی رفاقت میں قادیانی فتنہ کے عقائد وعزائم ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو بے نقاب کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مولانا مرحوم کو مجلس تحفظ ختم نبوت

میں بنیادی طور پر ایک ذہین مستند اور ماہر مناظر کی حیثیت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا کا حافظہ اور بہترین یادداشت سے نواز رکھا تھا۔ انہیں قادیانی کتب پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ حوالہ پیش کرتے ہوئے کتاب کا نام' صفحہ نمبر اور سطر تک زبانی بتا کر یہ بھی بتلا دیا کرتے تھے کہ حوالہ مذکورہ کا صفحہ کتاب کے دائیں طرف ہے یا بائیں طرف ....

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو قادیانیت پر عبور حاصل تھا۔ خداداد صلاحیتوں' مسلسل محنت' ریاضت' مرزائی کتب ورسائل کی متواتر چھان پھٹک کے علاوہ ذاتی ذوق وشوق اور جذبہ واخلاص کے باعث مولانا مرحوم قادیانی مذہب کے حوالے سے ایک اعلیٰ درجے کے محتسب تھے۔ دوسرے لفظوں میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ قادیانیت کے کامیاب سرجن تھے۔ ان کی نشتر زنی کے باعث قادیانی مبلغ سر پٹا اٹھتے۔ مولانا مرحوم نے زندگی میں بیسیوں مناظرے کئے اور بڑے بڑے قادیانی مبلغین کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ہاتھوں قادیانیت کو لگنے والی ضربات کی ٹیس قادیانی جماعت مدت تک محسوس کرتی رہے گی۔

1974ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ فیصلہ سے قبل اکابرین تحریک ختم نبوت نے اراکین اسمبلی حکومت اور عوام کے لئے ایک تاریخی دستاویز مرتب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تاکہ قادیانی مسئلہ کی اہمیت اور سنگینی سے انہیں کماحقہ آگاہ کیا جاسکے۔ دو سو صفحات پر مشتمل مرتب کی جانے والی دستاویز (ملت اسلامیہ کا موقف) مولانا مرحوم کے زرخیز دماغ کا نتیجہ تھا۔ اس کے تمام حوالہ جات مولانا کے پیش کردہ تھے۔ دیگر علماء کی ٹیم کے ساتھ اس کی تیاری میں مولانا مرحوم نے بھرپور حصہ لیا تھا۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بلاشبہ قادیانی مذہب کا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ اندرون وبیرون ملک مولانا کی مہارانہ خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ جنوبی افریقہ (کیپ ٹاؤن) کے مشہور قادیانی مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو بھی وفد میں شامل کیا گیا۔ عدالت کی جسٹس ایک عیسائی خاتون تھیں۔ چنانچہ مولانا نے کمال ذہانت سے موقع محل کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ حوالے بطور خاص پیش کئے جن میں مرزا قادیانی آنجہانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت اور تضحیک کی تھی۔ اس طرح مقدمہ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ مولانا نے انڈونیشیا' برطانیہ' کینیڈا' دبئی وغیرہ کے غیر ملکی دورے بھی کئے۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے ابتداء میں فیصل آباد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی پوری زندگی سادگی' قناعت پسندی' اخلاص اور جذبہ ایمانی سے عبارت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری وباطنی اوصاف حمیدہ

سے بھی نواز رکھا تھا۔ جماعت کے مبلغین سے ان کا برتاؤ انتہائی مشفقانہ تھا۔ اکابرین سے انہیں عشق تھا۔ ان کی کوئی محفل ایسی نہ تھی جس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے علاوہ دیگر زعما کا تذکرہ نہ ہوتا۔ مولانا عبدالرحیم اشعر محبت بھرے انسان تھے۔ ساری زندگی محبت تقسیم کرتے رہے۔ کسی نے سچ کہا ہے محبت مر انہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ادارہ لولاک مولانا عبدالرحیم اشعر کے خاندان' پسماندگان' جماعتی رفقاء اور خاص طور پر ان کے فرزند مولانا عطاء الرحمن وحافظ ضیاء الرحمن کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی خدمات جلیلہ کو بلندی درجات کا وسیلہ بنائے۔

ڈاکٹر اجمل نیازی کی بے نیازیاں

پادری بشپ! ڈاکٹر محمد اجمل نیازی نے یکم جون کو روزنامہ ''دن'' میں ایک کالم بعنوان ''شہید بشپ جان جوزف نے حق کے لئے جان دی'' رقم کیا ہے۔ میری طرح ہزاروں محب وطن شہریوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ آزادی تحریر کے باعث انہوں نے دینی مذہبی اخلاقی پہلوؤں سے بے نیاز ہو کر کالم تحریر کیا ہے۔ شاید اسی لئے ان کے کالم کا مستقل عنوان بے نیازیاں ہے۔ ان کے ذاتی نظریات' سوچ اور فکر سے قطع نظر ہمیں اس بات سے دکھ پہنچا ہے کہ صحافت کے میدان میں ہونے کے باوجود موصوف کا احاطہ معلومات انتہائی محدود ہے۔ مذکورہ بالا کالم سے ڈاکٹر صاحب کی سطحی سوچ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ کسی کی مدح وستائش میں زمین وآسمان کے قلابے ملانا کوئی فن نہیں ہے۔ تحریر کا اصل حسن ٹھوس حقائق اور مضبوط دلائل سے ہوتا ہے۔ محترم ڈاکٹر اجمل نیازی دین سے کس قدر دور ہیں اور ان کا دینی مبلغ علم کس سطح کا ہے۔ اس کا اندازہ بھی اسی کالم سے لگایا جا سکتا ہے۔

بشپ جان جوزف بلاشبہ ایک اچھے انسان تھے۔ لیکن ان کی خودکشی کو کسی طور پر شہادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بات کسی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ دینی معیار کی بنیاد پر کہی جا سکتی ہے۔ موصوف نے تو جان جوزف کی خودکشی کو ''عظیم قربانی'' اور ''کارنامہ'' کا نام دے کر انہیں معراج عظمت پر پہنچا دیا ہے۔ اسلام میں خودکشی کیوں حرام ہے؟۔ کاش! ڈاکٹر صاحب نے اسی کا مطالعہ کیا ہوتا اور اسلام کی حقانیت کو جانا ہوتا۔ اسلام میں خودکشی قطعی حرام ہے۔ اس کی حکمت اور فلسفہ یہ ہے کہ انسانی جان ایک قیمتی متاع ہے۔ خودکشی کرنے والا حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے موت پسند کرتا ہے۔ جو مردانگی نہیں۔ حالات سے مقابلہ کی بجائے فرار ہے۔ زندگی جہد مسلسل کا نام ہے۔ اپنے آپ کو مارنا بہادری نہیں بزدلی ہے۔ اسی باعث خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ تک ممنوع قرار دی گئی ہے۔ موصوف کے نزدیک یہ اقدام........ بہادری ہے۔ تبھی تو ان کا کہنا ہے کہ ایسا کتنے لوگ کرتے ہیں؟! اس کا ایک آسان جواب تو

یہ ہے کہ جن ملکوں میں مذہبی قدغن نہیں وہاں خودکشی کی شرح زیادہ ہے۔ یورپ میں خودکشی کی شرح دوسرے ملکوں سے زیادہ ہے۔ نہ اپنے آپ کو مارنا بہادری ہے اور نہ کسی کو مارنا' جو خودکشی کرتا ہے یا جو کسی کو قتل کرتا ہے دونوں صورتیں بزدلی کی ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب کہیں اس کا غلط مطلب نہ سمجھیں۔ میدان جنگ میں جہاد کرتے ہوئے مرنا یا مارنا اور بات ہے۔

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی .... بشپ جان جوزف کو شہید بنانے سے پہلے اس حقیقت کا تجزیہ بھی تو کرلیں کہ جان جوزف کا واقعہ خودکشی تھا یا انہیں قتل کیا گیا تھا۔ یہ سب حقائق منظر عام پر آچکے ہیں۔ حقیقت سے آنکھیں بند کرکے حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ جان جوزف کو ایک منصوبہ کے تحت قتل کیا گیا تھا اور قتل بھی غیروں نے نہیں اپنوں نے کیا تھا:

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

محترم ڈاکٹر اجمل نیازی سے گزارش ہے کہ وہ ایف آئی آر تفتیش اور جملہ حقائق کا ایک دفعہ پھر جائزہ لیں۔ اس واقعہ کے بعد بشپ لاہور اور دیگر مسیحی رہنماؤں کے بیانات اور انٹرویو آن دی ریکارڈ ہیں۔ ڈاکٹر اجمل نیازی ایک مرتبہ پھر انہیں پڑھیں اور پھر رائے قائم کریں کہ اس قتل کا حقیقی پس منظر کیا تھا؟۔ ڈاکٹر محمد اجمل نیازی کی یہ منطق بھی بڑی عجیب سی ہے کہ ایوب مسیح کو بڑی عدالت نے بری کرکے یہ ثابت کردیا کہ بشپ جان جوزف سچا تھا اور شہید تھا۔ فرض محال اگر عدالت ایوب مسیح کو مجرم قرار دیتی تو پھر جان جوزف کے بارے میں موصوف کی کیا رائے ہوتی۔ بشپ جان جوزف نے بڑی عدالت کے فیصلہ سے پہلے خودکشی کی تو کیا یہ اقدام بڑی عدالت پر عدم اعتماد کے مترادف نہیں تھا۔ اگر عدالت کے فیصلہ پر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی مطمئن ہیں تو جن عدالتوں نے مسیحی گستاخان رسول کو مجرم قرار دے کر سزائیں دیں۔ ان عدالتوں کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی کیا رائے ہے۔ بڑی عدالت نے جنرل مشرف کی وردی کو تسلیم کرنے کا فیصلہ دیا ہے تو کیا ڈاکٹر صاحب اس سے اتفاق کریں گے۔ قانون نہیں قانون کے غلط استعمال پر اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجوزہ قانون ہی ختم کردیا جائے۔

داڑھی اور پردہ کی تضحیک

صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے کوہاٹ میں جاپان کی مدد سے بننے والی ٹنل کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایل ایف او یا میری وردی ایشو نہیں۔ اصل ایشو یہ ہے کہ ہمیں طالبان والا پسماندہ

اسلام چاہئے یا پھر ترقی پسندانہ اقدام والا اسلام چاہئے۔ انہوں نے کہا داڑھی‘ برقع‘ میوزک‘ شلوار اور قمیض کو ایشو نہ بنائیں۔ کوئی داڑھی رکھتا ہے تو بسم اللہ............! لیکن مجھے یہ کوئی نہ کہے کہ تم بھی داڑھی رکھو۔ میں نہیں رکھنا چاہتا۔

جنرل مشرف ملک کے سب سے بڑے اور اہم منصب پر فائز ہیں۔ ان کی سوچ‘ فکر اور خیالات بھی یقیناً منصب کے مطابق ہونے چاہئیں۔ جاپانی ماہرین کی مدد سے تیار ہونے والی ٹنل کی افتتاحی تقریب میں داڑھی‘ پردہ‘ پسماندہ اسلام یا ترقی پسند اسلام کی باتیں تقریب کے لحاظ سے قطعی موقع محل کے مطابق نہیں۔ جنرل صاحب کو پاکستان کی تعمیر‘ ترقی و استحکام کے علاوہ پاک جاپان تعلقات اور دوستی کے حوالے سے گفتگو کرنی چاہئے تھی۔ ہم نہیں سمجھتے کہ جنرل صاحب کو موقع کی مناسبت کے برعکس داڑھی‘ پردہ اور طالبان کا اسلام کیوں یاد آ گیا۔ پھر جنرل صاحب اس حد تک بڑھ گئے کہ میں داڑھی نہیں رکھنا چاہتا۔ جناب صدر کے خطاب سے ایک روز پہلے وزیراعظم جمالی صاحب نے بھی عندیہ دیا ہے کہ پاکستان اسلامی ریاست ہے مذہبی نہیں۔ اب جو صدر مملکت نے بات کھول کر رکھ دی ہے تو یہ ان عزائم کی تصدیق ہوتی ہے کہ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانے کی جانب پیش رفت ہو رہی ہے۔ اسلام کا نام تو تکلفاً لیا جاتا ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے جب عنان اقتدار سنبھالا تھا تو اگلے ہی روز کتوں کے بچے اٹھائے جنرل کی تصاویر اخبارات میں شائع کر کے بیرونی دنیا کو خوبصورت کوڈ کے ذریعہ پیغام دے دیا گیا۔ اب جو صدر مملکت کا دورہ امریکہ قریب ہے تو اس دورہ کی کامیابی داڑھی‘ پردہ کی تضحیک کے علاوہ طالبان کے پسماندہ اسلام کو جھٹلا کر ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ گزشتہ دورہ امریکہ سے قبل بھی جنرل پرویز مشرف نے دینی اقدار سے ایسا ہی مذاق کیا تھا۔

کوہاٹ چونکہ صوبہ سرحد کا شہر ہے۔ سرحد اسمبلی نے حال ہی میں شریعت بل منظور کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صوبہ سرحد حکومت کا حالیہ اقدام سے صدر مملکت کا ذہن اور اعصاب دونوں متاثر ہیں۔ ملک کے دو اہم صوبوں یعنی صوبہ سرحد اور بلوچستان کے عوام نے متحدہ مجلس عمل کو گزشتہ انتخابات میں مینڈیٹ دیا تھا۔ یہ دونوں صوبے چونکہ افغانستان سے ملحق ہیں۔ امریکہ نے وسیع پیمانے پر تباہی و بربادی پھیلا کر خون ریزی کر کے طالبان کی حکومت کو ختم کیا اور اپنی مرضی کی حکومت اور حکمران درآمد کئے۔ متحدہ مجلس عمل کو ملنے والے مینڈیٹ کا تقاضا یہی تھا اور متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں کا وعدہ تھا کہ وہ کامیابی کی صورت میں اسلام نافذ کریں گے۔ شریعت بل کی منظوری کے بعد جنرل مشرف صاحب خاصے پریشان ہیں۔ ان کے نہاں خانہ دماغ میں یہ بات وہم کی حد تک پختہ دردسر کا باعث ہوگی کہ کہیں صوبہ سرحد میں طالبان والا اسلام نہ آ جائے۔ اسی کے باعث تو صدر مملکت یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہمیں طالبان والا پسماندہ اسلام چاہئے یا ترقی پسندانہ اقدار والا اسلام۔ موخر الذکر صورت میں تو صدر صاحب نے برائے تکلف

اسلام کا نام لیا ہے۔ اسلام پسند ہو یا ترقی پسند اس میں داڑھی اور برقع کا حوالہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ صدر مملکت کو ن سا اسلام پسند نہیں۔ طالبان کے دور حکومت اور ان کے پیش کردہ اسلامی نظام میں امن و امان کی صورت حال تسلی بخش تھی۔ کوئٹہ کی حالیہ دہشت گردی کا المناک سانحہ اور سندھ اسمبلی کے سابق سپیکر کا قتل اور بی بی سی میں ڈی آئی جی کا قتل جیسے واقعات کیا مشرف حکومت کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت نہیں؟۔ صدر مملکت اگر ایسے واقعات سے توجہ ہٹانے کے لئے داڑھی پردہ اور میوزک کی بات کرتے ہیں اور دینی طبقہ کو مشتعل کر کے ان کی توجہ بھی اصل ایشو سے ہٹاتے ہیں تو ہمیں مان لینا چاہئے کہ جنرل صاحب پہلے سے زیادہ سمجھدار ہو چکے ہیں۔

سرحد اسمبلی نے اگر شریعت بل منظور کیا ہے تو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے عین مطابق ہے۔ مرکزی حکومت کو اگر نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کرنے کی توفیق نہیں ہوتی تو کم از کم صوبہ سرحد کے معاملات میں تو دخل اندازی نہ کرنی چاہئے۔ متحدہ مجلس عمل کے قائدین مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اصولوں پر کوئی سودے بازی نہیں کی۔ صوبہ سرحد میں شریعت کے نفاذ سے یقیناً ایک انقلاب آئے گا۔ ملک میں کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہونا چاہئے جسے اسلام کا ماڈل قرار دیا جا سکے۔ صدر مملکت کو زیب نہیں دیتا کہ طالبان کے اسلام پر پھبتی کسی۔ ان کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اسلام پر ترقی پسندانہ اقدار کی ملمع سازی سے وہ قوم کو گمراہ نہیں کر سکتے۔ افسوس کہ پاکستان کے جتنے حکمران آئے انہوں نے محض اسلام کا نام استعمال کیا۔ جن کی اپنی زندگیاں عملی اسلام سے خالی ہوں وہ اس ملک میں خاک اسلام کا نظام نافذ کریں گے۔ ایسے حکمران اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ داڑھی سنت رسول ہے۔ اگر ہم نے اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے اور اس ملک کو دین کا گہوارہ بنانا ہے تو اس سنت کو بھی زندہ کرنا پڑے گا۔ صدر مملکت کا یہ موقف کہ کوئی داڑھی رکھے یا نہ رکھے کوئی پردہ کرے یا نہ کرے۔ یہ مذہب نہیں سیکولرازم ہے اور وہ اس بات کا فروغ چاہتے ہیں۔ دین پابندی کا کام ہے۔ آزادی کا نام نہیں۔ یہی ایک کافر اور مومن میں بنیادی فرق ہے کہ کافر آزاد ہے۔ لیکن مومن دینی تعلیمات دینی اقدار اور احکامات کا پابند ہے۔

بہتر ہوگا کہ صدر مملکت آئندہ شعائر اسلام کے حوالے سے گفتگو سے گریز کریں۔ یہ ان کے منصب کے خلاف ہے۔

بکھرے موتی

کسی واقعہ کی وجہ سے طبیعت میں سکون نہ رہا ہو تو پڑھتے رہا کریں یہ دعا

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ أَبَدًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا۔

حضرت مولانا مجاہدالحسینی کی مسلسل نوازشات!!!

ابن عبدالخالق رحمانی (راجن پوری)

مظفرگڑھ کے مولانا محمد یوسف جو بعد میں مولانا مجاہدالحسینی فیصل آبادی کے نام سے متعارف ہوئے مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ بڑے حضرات سے تعلق کے باعث ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ ان کی لائبریری اس لحاظ سے ایک مثالی لائبریری ہے کہ روزنامہ آزاد و روزنامہ پاکستان کی نایاب فائلیں مولانا کے ہاں دستیاب ہیں۔ مولانا الحسینی روزنامہ آزاد اور روزنامہ پاکستان میں عرصہ تک کام کرتے رہے۔ ان دونوں اخبارات کے دفاتر کے ریکارڈ کے امین تھے۔ جب ان سے فارغ ہوئے تو پورا ریکارڈ گھر منتقل کرلیا اور ابھی تک اسے حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔ آپ کی خدمات کے عروج کا دور مولانا کوثر نیازی کا زمانہ وزارت ہے۔ آپ اوقاف کی ملازمت کے زمانہ میں اپنی صلاحیتوں سے مولانا کوثر نیازی کی وزارت مذہبی امور کو بڑے مفید مشوروں سے نوازتے رہے اور مولانا کوثر نیازی کی نوازشات سے خوب دامن بھرتے اور ان کے حرمین شریفین میں بھی گن گاتے رہے۔ ان کی مجلس میں بیٹھیں تو حضرت مدنیؒ ' حضرت امیر شریعتؒ حضرت شیخ التفسیرؒ کی صحبتوں کے ایمان پرور تذکروں سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں لیکن پوری گفتگو کا خلاصہ ومحور مولانا الحسینی کا اپنی ذات کو مرکزی کردار کے طور پر پیش کرنا ہوتا ہے۔ مولانا مجاہدالحسینی' مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور ان کے دیگر رفقاء۔ کے مولانا کوثر نیازی کی رفاقت کے باعث کبھی رفیق کار نہ بن سکے۔ بلکہ ہمیشہ علمائے حق کی نمائندہ شخصیت حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی کردار کشی کر کے بھٹو دور کے حکومتی حلقے کو مطمئن کرتے رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر و اشاعت کے انچارج مقرر ہوئے۔ معاملہ طے ہوا۔ لیکن مولانا بوجوہ ایفاء عہد نہ کر سکے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کو الٹا اس کا باعث قرار دیتے ہیں۔ روزنامہ آزاد کے معاملات اور دوسرے بعض امور سے متعلق مولانا مجاہدالحسینی کے نوازش نامے اس سلسلہ میں بڑے کام کی چیز ہیں۔ جن کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔ خیال ہے کہ فرصت ملے تو یہ خطوط انہیں کو بھجوا دیئے جائیں تاکہ وہ ان سے استفادہ کر کے آنے والی اپنی نسل کے لئے ''نشان منزل'' مقرر کر جائیں۔ حقائق یہ ہیں کہ سارا معاملہ حسابات کا تھا۔ مولانا مجاہدالحسینی حسابات کے اندراج کی بجائے حساب دوستاں درحبیب پر عمل پیرا

رہے۔ (تفصیلات کے لئے وقت چاہئے)

اللہ رب العزت مولانا مجاہد الحسینی صاحب کو سلامت باکرامت رکھیں۔ ان کا ہمارے دل میں بڑا احترام ہے۔ مولانا کے دوست اور ہمارے محترم مولانا ضیاء القاسمی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مولانا مجاہد الحسینی صاحب مشورہ دینے کے بادشاہ ہیں۔ لیکن اپنے منصوبوں کی بنیاد فضاؤں میں رکھتے ہیں۔ اپنی اسی افتاد طبع کی بناء پر مولانا مجاہد الحسینی عرصہ دراز سے مجلس تحفظ ختم نبوت پر خاصے مہربان ہیں۔

(۱)..... حضرت مولانا تاج محمودؒ کی وفات کے بعد فیصل آباد کے مقامی اخبارات میں ''خلاف واقعہ ایک بات لکھ دی'' صاحبزادہ طارق محمود صاحب نے اس کا جواب تحریر کیا تو مولانا خاموش ہوگئے۔ لیکن غالباً دل سے غبار محو نہ کیا۔ (۲)..... عرصہ ہوا حضرت قاضی حسین احمد صاحب کی تشریف آوری پر چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں ایک مخصوص گروہ نے نعرہ بازی کی۔ مولانا سے نہ رہا گیا۔ بجائے اس کے کہ کانفرنس کے منتظمین کو ہنگامہ فرو کرنے'' کامیابی سے کانفرنس کرانے'' پر مبارک باد دیتے الٹا غصہ منتظمین پر نکالا! اور خلاف واقعہ ایک مضمون لکھ مارا۔ (۳)..... کراچی سے شائع ہونے والے ایک ماہنامہ کی خصوصی اشاعت میں پچھلے دنوں مولانا مجاہد الحسینی کا ایک مضمون شائع ہوا۔ اس میں بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین جن کی تقریریں وخطبات مشاہیر شائع کرکے اپنے ادارہ کا نظم چلا رہے ہیں۔ ان مرحوم اکابرین کے متعلق نامناسب خامہ فرسائی کی۔ ہم نے ان تینوں مواقع کو نظرانداز کیا کہ مولانا مجاہد الحسینی نے بہرحال ہمارے اکابر کے چہرے دیکھے ہیں۔ وہ اپنی عمر اور مقام کا خیال کئے بغیر کچھ فرمائیں تو اسے نظرانداز کرنا ہی اس کا بہتر علاج ہے۔ لیکن موصوف اس پر راضی نہیں۔ (۴)..... روزنامہ اسلام ملتان کی اشاعت ۱۲جون ۲۰۰۳ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی وفات پر انہوں نے ایک مضمون تحریر کیا۔ جس میں لکھتے ہیں۔

الف..... مولانا عبدالرحیم اشعرؒ گزشتہ چند برس سے فالج زدہ ہوکر اپنے گاؤں میں صاحب فراش تھے۔

ب..... مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کی عدم توجہ اور لاتعلقی کے باعث بے کسی کے عالم میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

نامعلوم کس انٹیلی جنس کذاب نے ان کو یہ معلومات دیں اور مولانا مجاہد نے بھی اپنے دیرینہ خدام سے معلومات حاصل کئے بغیر ان کو تحریر کردیا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے فالج زدہ ہونے کا قادیانی اوباش

جھوٹ بولتے تو سمجھ میں آ سکتا تھا کہ وہ مرزا محمود قادیانی کے قاتل پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ مولانا مجاہد الحسینی نے دوست و دشمن کی پہچان کئے بغیر وہ بات کہہ دی جو نہ صرف خلاف واقعہ بلکہ کذب صریح ہے۔ کسی کذاب انٹیلی جنس مہم جو نے مولانا مجاہد الحسینی کے منہ میں زبان رکھ دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو قطعاً فالج نہیں ہوا۔ عرصہ دراز سے شوگر کے مریض تھے۔ دیگر تمام بیماریوں سے اللہ رب العزت نے انہیں محفوظ رکھا۔ شوگر اور عمر رسیدگی کے باعث بینائی زیادہ کمزور ہوگئی تو سفر کے قابل نہ رہے۔ ان کی مجلسی خدمات کے اعتراف میں انہیں مرکزی دفتر ملتان پر مستقل رہنے کی سہولت دے دی گئی۔ سوائے آخری چند ماہ کے کبھی صاحب فراش نہیں رہے۔ قدرت نے کسی کا ان کو محتاج نہیں کیا۔ عاش سعیداً و مات سعیداً کا مصداق ہوئے۔

ب..... مرکزی مجلس ختم نبوت کی عدم توجہ اور لاتعلقی کے باعث بے کسی کے عالم میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

مولانا مجاہد الحسینی صاحب کے تمام تر احترام کے باوجود ان سے درخواست ہے کہ وہ آیت قرآنی اور نص آسمانی کی تلاوت فرمائیں: ”لعنت اللہ علی الکاذبین۔“ نامعلوم کس بدفطرت کذاب کی بات سے متاثر ہوکر مولانا الحسینی نے کذب صریح کو آگے نقل کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی شوگر کے باعث جب تبلیغی سرگرمیاں مسدود ہوگئیں تو حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے بمشورہ مرکزی شوریٰ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی پوری تنخواہ جو وہ صحت کے زمانہ میں لے رہے تھے ماہ بماہ ان کو گھر بذریعہ ڈرافٹ بھجوانے کا فیصلہ فرمایا جس پر مسلسل عمل ہوتا رہا۔ پورا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے صاحبزادگان اس کے شاہد عدل ہیں۔ کمزوری و نقاہت کے زمانہ میں بار بار دفتر تشریف لاتے۔ ہفتوں قیام رہتا۔ یکم صفر ۱۴۲۴ھ کو مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ دیگر مبلغین و مدرسین کے وظیفوں پر اضافہ تجویز ہوا تو حضرت مولانا اشعرؒ کے اعزازیہ میں بھی اضافہ کیا گیا۔ اس پر آخری وقت تک عمل ہوا۔ بیکسی و عدم توجہ کا طعنہ مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کے بعد دوسرا بڑا جھوٹ ہے۔

آہ کاش! مولانا مجاہد الحسینی کسی کذاب راوی کی روایت کو نقل کرتے ہوئے اپنے دل کا بخار نکالنے سے قبل حدیث نبوی: ”کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع۔“ کی وعید کو مدنظر رکھتے۔ مولانا مجاہد الحسینی سے بڑے ادب سے درخواست ہے کہ مجبوراً ان کی مسلسل کرم فرمائیوں کے باعث ہمیں

بقیہ صفحہ 32 پر

مولانا اللہ وسایا

الوداع مولانا عبدالرحیم اشعرؒ الوداع

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما، مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمتہ اللہ علیہ ۲۲ مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات سوا بارہ بجے دن انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عبدالرحیم اشعر ۲۵ مئی ۱۹۲۴ء بستی عنایت پور نزد جلال پور پیر والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔ راجپوت بھٹی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا مرحوم کے والد کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ مولانا عبدالرحیم اشعر کے ماموں زاد بھائی منشی عبداللطیف صاحب راوی ہیں کہ مولانا کے والد نے ان کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد خواب دیکھا کہ میرے گھر کے صحن میں جہاز اترا اس سے ایک وجیہہ بزرگ اترے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ بچہ ہمیں دے دیا جائے۔ بعد میں ملتان میں احرار کانفرنس کے موقعہ پر مولانا کے والد نے حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو خواب یاد آگیا اور ارادہ کرلیا کہ بیٹے کو ان کے سپرد کردونگا۔ مولانا عبدالرحیم اشعر کے ماموں حاجی رحیم بخشؒ کنڈا رحیم بخش سے جمعہ پڑھنے کے لئے شجاع آباد کی شاہی جامع مسجد میں خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے ہاں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ نوجوان (مولانا) عبدالرحیم بھی ساتھ تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی رحیم بخش سے فرمایا کہ یہ نوجوان پڑھانے کے لئے ہمیں دے دیا جائے۔ اس وقت تک مولانا عبدالرحیم اپنے گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کررہے تھے۔

چنانچہ ۱۹۴۳ء میں جامع مسجد حسین آگاہی ملتان میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے قائم کردہ مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں حضرت قاضی صاحبؒ نے مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو داخل کرادیا۔ آپ نے ۱۹۴۷ء کے وسط تک جامعہ محمدیہ حنفیہ میں موقوف علیہ تک کتابیں مکمل کرلیں۔ پاکستان بننے کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے ملتان میں خیر المدارس کا آغاز کیا تو حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جامعہ محمدیہ کے اساتذہ بالخصوص امام القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ جامعہ کے طلباء جن میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی شامل تھے۔ جامعہ محمدیہ کا کتب خانہ، تپائیاں و دیگر سامان سمیت سب کچھ خیر المدارس کے سپرد کردیا۔ یوں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو جامعہ خیر المدارس کے اولین طلباء میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

مولانا عبدالرحیم اشعر نے زمانہ طالب علمی میں خداداد صلاحیتوں و ذاتی شرافت و دیانت سے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا قرب حاصل کیا۔ مدرسہ کی ضروریات و دیگر امور کے لئے حضرت جالندھریؒ مولانا

عبدالرحیم اشعر پر اعتماد کرتے تھے۔ جامعہ خیرالمدارس کے موجودہ صدر المدرسین اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ میں (مولانا محمد صدیق صاحب) حضرت مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ ابن امیر شریعت، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خیرالمدارس ملتان میں ہم درس تھے۔ خیرالمدارس جالندھر سے منتقل ہوکر ملتان قائم ہوا۔ تو ہم لوگ ملتان کے کوچہ وبازار سے ناواقف تھے۔ مولانا عبدالرحیم جامعہ محمدیہ میں کئی سال زیر تعلیم رہنے کے باعث ملتان کے گلی وبازار سے واقف تھے۔ جامعہ محمدیہ سے جب وہ خیرالمدارس ملتان میں داخل ہوئے تو مدرسہ کے سامان بالخصوص کتب وغیرہ کے حصول کے لئے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اپنے شاگرد مولانا عبدالرحیم سے زیادہ خدمت لیتے تھے اور ان پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں مولانا عبدالرحیم کو جامعہ خیرالمدارس کے ابتدائی دور میں اس کی بے مثال خدمات انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جامعہ خیرالمدارس سے مولانا عبدالرحیم نے ۱۹۴۹ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

فراغت کے بعد: مولانا عبدالرحیم اشعرؒ صاحب نے عنایت پور اپنے گھر پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ چند ماہ بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ نے آپ کو ملتان کے ایک مدرسہ میں ابتدائی مدرس مقرر کیا۔ لیکن مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ آپ کو تدریس سے تبلیغ کے لئے کھینچ لائے۔ جانشین حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ کی زیرادارت لاہور سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ الاحرار لاہور جلد ۱ شمارہ ۷،۸ مورخہ ۲۳ صفر تا ۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۳۰ اپریل تا ۱۵ مئی ۱۹۷۰ء کے صفحہ ۱۲ پر تحریر ہے:

”قیام پاکستان کے بعد حکومت وقت کی بعض ناجائز پابندیوں کے باعث احرار کئی دفعہ خلاف قانون قرار دی گئی۔ جنوری ۱۹۴۹ء میں ردمرزائیت کے کام کو سیاسی دست وبرد سے محفوظ رکھنے کے لئے شعبہ تبلیغ کو الگ جماعت کی صورت دے دی گئی۔“

مجلس احرار اسلام کل ہند کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ جماعتی سطح پر سب سے پہلے قادیانیت کے خلاف محاذ قائم کیا۔ ۱۹۳۴ء میں احرار کانفرنس قادیان میں منعقد کی۔ مجلس احرار اسلام کے زیراہتمام شعبہ تبلیغ قائم کیا۔ (یاد رہے کہ اس شعبہ کا نام شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام تھا) شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام کل ہند کا دفتر قادیان میں قائم کیا۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ مولانا عنایت اللہ چشتیؒ حضرت ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مولانا رحمت اللہ مہاجرؒ اور دیگر زعماء احرار نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مذکورہ بالا حوالہ کے مطابق جنوری ۱۹۴۹ء میں شعبہ تبلیغ کو الگ جماعت کی صورت دے دی گئی۔ اس سے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا باضابطہ قیام ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا مستقل پہلا

انتخاب ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ یہاں ہر چند ضروری گزارشات عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

(۱)..........مجلس احرار اسلام کا قادیان میں جو دفتر قائم ہوا اس کا نام شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند تھا۔

(۲)..........شعبہ تبلیغ کو جنوری ۱۹۴۹ء میں ایک جماعت کی صورت قرار دے دی گئی۔ جس کا نام مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان تجویز ہوا..........!

(۳)..........جنوری ۱۹۴۹ء سے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے کام شروع کر دیا جیسا کہ ایک مطبوعہ خط جو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی جانب سے ''احباب اور اصحاب خیر کی خدمت میں ضروری اپیل'' کے عنوان پر شائع ہوا۔ اس کے صفحہ ۳ پر ہے: ''بنابریں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ۱۹۴۹ء سے اس طرف توجہ دی اور پوری تنظیم سے ملک بھر میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔''

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا یہ مطبوعہ خط چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مکمل عکس تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء (مرتبہ راقم الحروف) کے صفحہ ۸۹۹ سے صفحہ ۹۰۲ پر شائع کر دیا گیا ہے۔ ''من شاء فلیطالع''

(۴)..........تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء سے قبل مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر بندر روڈ کراچی پر قائم ہو چکا تھا جیسا کہ حضرت امیر شریعتؒ کے خط ۱۵ اپریل ۱۹۵۲ء سے ظاہر ہے۔ یہ خط بھی چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا عکس ضمیمہ نمبر ا کے عنوان سے مضمون ہذا کے آخر پر ملاحظہ کریں۔

(۵)..........چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس تحفظ ختم نبوت بھی مجلس عمل میں دیگر جماعتوں کی طرح شامل تھی۔ مجلس عمل میں شریک جماعتوں کے اسماء جسٹس منیر نے اپنی عدالتی رپورٹ میں دیئے ہیں۔ اس میں نمبر ۱۱ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کا نام دیا ہے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۸۰)

(۶)..........تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تحریک کے رہنما ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو کراچی دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت سے گرفتار ہوئے۔ چنانچہ زعیم احرار حضرت ماسٹر تاج الدین انصاریؒ رقم طراز ہیں:

''ہم سب دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی میں آکر دراز ہو گئے .... دفتر سے گرفتار ہونے والے ہم آٹھ ارکان تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسناتؒ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ جناب عبدالرحیم جوہرؒ جناب نیاز لدھیانویؒ مولانا لال حسین اخترؒ اسد نواز ایڈیٹر حکومت اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء مرتبہ راقم الحروف ص ۲۸۸، ۲۸۹)

(۷)..........مجلس تحفظ ختم نبوت جنوری ۱۹۴۹ء میں قائم ہوئی۔ اس نام سے تبلیغی کام شروع ہوا۔ دفاتر قائم

ہونے لگے۔ البتہ انتخاب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ہوا۔

(۸)......اس روز ہی ''مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا میثاق رکنیت تیار ہوا۔ جس میں ابتدائی تاسیسی ارکان مجلس تحفظ ختم نبوت کے ۱۷ حضرات کے دستخط ہوئے جس کی ترتیب یہ تھی:

''مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا شیخ احمد بورے والا، مولانا سید احمدؒ جھگی والا جتوئی، مولانا محمد شریفؒ بہاول پوری، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد رمضانؒ میانوالی، مولانا مجاہد الحسینی، مولانا نذیر حسینؒ پنوں عاقل، مولانا علاؤالدین مدظلہ ڈیرہ اسماعیل خان، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، ملک عبدالغفور انوریؒ، مولانا غلام قادرؒ جھنگ، حافظ محمد شریفؒ ملتان، ماسٹر اختر حسینؒ ملتان۔''

اس میثاق رکنیت کا عکس نمبر۲ کے عنوان سے مضمون کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں۔ معافی چاہتا ہوں حکایت لذیذ دراز ہوگئی۔ غرض ۱۹۴۹ء میں فراغت کے بعد مختلف محاذوں سے چکر کاٹ کر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حضرت امیر شریعت کے حکم پر ختم نبوت کی پہلی تربیتی کلاس میں باضابطہ داخلہ لے کر تعلیم شروع کر دی۔

ختم نبوت کورس: مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا خدام الدین لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء میں ایک انٹرویو شائع ہوا۔ اس کے ص ۱۶ پر مولانا فرماتے ہیں:

''چونکہ حضرت امیر شریعتؒ سے تعلق تھا ان کے کہنے پر ۱۹۴۹ء میں ہم پانچ آدمیوں مولانا محمد لقمانؒ علی پوری، مولانا غلام محمد، مولانا قاضی عبداللطیف مدظلہ، مولانا قائم الدینؒ اور مجھ (عبدالرحیم اشعرؒ) کو (فاتح قادیان) مولانا محمد حیاتؒ کے سپرد کیا گیا۔''

مولانا عبدالرحیمؒ فرماتے تھے کہ اس کورس میں باقی ساتھی تو پڑھائی کے لئے مکمل وقت دیتے تھے مجھے تعلیم کے علاوہ تیاری کھانا وغیرہ کے امور کے لئے بھی وقت دینا پڑتا تھا۔ ساتھیوں کو باقاعدہ سبق لکھوایا جاتا تھا۔ جب وہ ہنٹس تیار کرتے تھے تو میں ان کو نقل کرلیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ ان پانچوں حضرات سے کم وقت تعلیم کے لئے مولانا اشعرؒ کو ملتا تھا لیکن اکابر اساتذہ و رفقاء کی خدمت کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ ردقادیانیت کا کام مولانا اشعر سے لیا۔ مولانا کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ بیک وقت وہ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کے شاگرد تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ ان کی روایات کے امین و وارث قرار پائے۔ چنانچہ دفتر مرکزیہ ملتان، ڈھاکہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، خدام الدین لاہور اور ملک بھر میں مجلس کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت رد قادیانیت کورس مدارس میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ پڑھاتے تھے۔ اس وقت مجلس میں کام کرنیوالے اکثر

حضرات مبلغین کرام مولانا مرحوم کے شاگرد ہیں۔ ایک وقت تھا کہ مولانا کا طوطی بولتا تھا۔ کراچی سے خیبر تک مولانا کے قادیانیت کے خلاف دورے ہوتے تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

فیصل آباد میں تقرری: مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو فیصل آباد کا مبلغ بنا کر بھیج دیا گیا۔ ۱۹۴۹ء کے آواخر یا ۱۹۵۰ء کے اوائل میں فیصل آباد کے مبلغ بنے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے زمانہ میں آپ فیصل آباد تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی داعی جماعت مجلس احرار اسلام پاکستان تھی۔ قدرت نے مجلس احرار کے اکابر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ شیخ حسام الدینؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ صاحبزادہ فیض الحسنؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے اس تحریک میں جو کام لیا وہ تاریخ احرار کا درخشندہ باب ہے۔ فقیر نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء پر کتاب لکھتے وقت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے ایک انٹرویو لیا تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء: اس تحریک میں مولانا نے اپنے کردار سے متعلق تفصیلات بیان فرمائی تھیں۔ جو اسی کتاب سے پیش خدمت ہیں وہ یہ ہیں:

”مولانا عبدالرحیم اشعر فرماتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں میں جماعت کی طرف سے فیصل آباد کا مبلغ تھا۔ تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا تاج محمود صاحبؒ فیصل آباد کے امیر تھے۔ آپ نے ایک کار اور لاؤڈ سپیکر کا انتظام کر کے دیا۔ مولانا قاری عبدالحی عابدان دنوں مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں زیر تعلیم تھے۔ ان کو قدرت نے بلا کا گلہ دیا تھا۔ یہ میرے ساتھ ہوتے۔ ہم علی الصبح کار پر نکل جاتے سپیکر لگا کر گاؤں گاؤں پھرتے۔ یہ نظمیں پڑھتے، میں تقریریں کرتا۔ اٹھارہ بیس دن تک ہم نے ضلع فیصل آباد کا کونہ کونہ چھان مارا۔ پورا ضلع تحریک میں ہراول دستے کا کردار ادا کرنے کے لئے سراپا تحریک بن گیا۔ اٹھارہ بیس دن بعد ہمیں معلوم ہوا کہ تحریک کے تمام راہنما مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالمجید نابیناؒ تمام حضرات گرفتار ہو گئے ہیں۔ پولیس ہمارے تعاقب میں ہے۔ کسی بھی وقت گاڑی اور سپیکر ضبط کر کے ہمیں گرفتار کر لیا جائے گا تو ہم نے گاڑی چھوڑ دی۔ فیصل آباد جامع مسجد کی بجلی اور پانی کے کنکشن منقطع کر دیئے گئے تھے۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فرماتے ہیں کہ میں رات کو جامع مسجد سے ملحقہ ایک مکان میں ایک تبلیغی جماعت کے ساتھی کے گھر جا کر رہا۔ صبح جمعہ تھا۔ معلوم ہوا کہ مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل سے تشریف لا چکے ہیں۔ جمعہ پڑھائیں گے۔ وہ وقت پر پولیس وملٹری کی ناکہ بندی کے باعث جامع مسجد میں نہ آ سکے۔ میں نے تقریر کی۔ قدرت کا کرم ایسے ہوا کہ تقریر نے شہر میں آگ لگا دی۔ پولیس وملٹری حرکت میں آ گئی۔ میں جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد کے

شمالی دروازہ کے قریب جنازہ گاہ میں بیٹھا تھا کہ ایک احراری دوست نے مجھے وہاں سے نکال لیا۔ میں آخری آدمی تھا جو مسجد سے نکلا۔ اس کے بعد مسجد کے دروازے بند کر کے ایک ایک آدمی کی پہچان کی گئی کہ تقریر کرنے والے مولوی صاحب کہاں ہیں۔ میں نے ایک میلی کچیلی کمبل اوڑھ رکھی تھی۔ لباس بھی بوسیدہ و میلا تھا۔ مجھے انہوں نے درخور اعتناء نہ سمجھا اور یوں نکل کر مسجد اہل حدیث امین بازار پہنچا۔ شیخ خیر محمد چرہ منڈی والے تحریک کے خزانچی تھے۔ مجھے کرایہ دیا اور شہر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ مسجد کے عقبی دروازہ سے کوتوالی تھانہ کے سامنے سے امین پور بازار کو کراس کر کے منشی محلہ سے ہوتے ہوئے جھنگ بازار تانگہ لیا اور جوالانگر پل کی طرف نکل گئے۔ میرے ساتھ رحمت اللہ شاہ تھے جو سندیلیانوالہ کے تھے۔ اشاعت العلوم میں طالب علم تھے۔ ہم ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ملتان کی طرف چل پڑے۔ دو نوجوان ملے پوچھا کہ نواب پور جارہے ہو۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا۔

اتنے میں ملٹری کا ٹرک آ گیا۔ پوچھا کون ہو۔ ہم نے کہا مزدور ہیں۔ کہاں جارہے ہو۔ ہم نے کہا مزدوری کر کے اپنے گاؤں نواب پور جارہے ہیں۔ وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ ہم چلتے رہے۔ رسالیوالہ اسٹیشن پر ٹرین کا ٹائم تھا۔ شہر اور اسٹیشن پر پولیس و ملٹری میری گرفتاری کے لئے بل کھا رہی تھی۔ فیصل آباد کے لئے ٹرین آئی تو رحمت اللہ شاہ واپس ہو گئے۔ ملتان کی ٹرین آئی۔ میں سوار ہو گیا۔ خانیوال آیا اسٹیشن پر دو چار لقمے زہر مار کرنے کے لئے کنٹین پر گیا تو دیکھا کہ عبداللہ ہوٹل چنیوٹ بازار فیصل آباد کا منیجر پھر رہا ہے۔ یہ پولیس کا مخبر تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی اسٹیشن پر لیٹنے میں عافیت سمجھی۔ ٹرین چلی تو لپک کر گارڈ کے ڈبہ میں سوار ہو گیا۔ ملتان سٹی اتر کر ریلوے لائن میں ٹرین کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ عبداللہ ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ ٹرین چھاؤنی کے لئے چلی تو میں بستر اٹھا کر پیدل سفر کر کے خیر المدارس پہنچ گیا۔ ان دنوں جماعت (ختم نبوت) کا دفتر قدیر آباد ہوتا تھا۔ پیغام بھجوایا۔ تیسرے روز بلاوا آ گیا۔ دفتر پہنچا تو مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے بورے والا، وہاڑی، عارف والا وغیرہ کے پروگرام بنا کر رقعہ پکڑا دیا کہ شاہ جیؒ کے حوالے سے لوگوں کو تحریک کے جاری رکھنے پر تیار کرو۔ اتنے میں پولیس نے دفتر کا محاصرہ کر لیا۔

مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان، مولانا غلام محمد، سائیں محمد حیاتؒ دفتر میں موجود تھے۔ مولانا غلام محمد تو جل دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور پروگرام پر روانہ ہو گئے۔ وہاں سے گرفتار ہو کر پھر جیل میں آملے۔ ہم چاروں مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، سائیں محمد حیاتؒ گرفتار کر لئے گئے۔ پولیس نے مجلس کا سیف توڑا۔ واہی تباہی بکتے پولیس ہمیں تھانہ صدر لے گئی۔ مولانا محمد حیات صاحبؒ فاتح قادیان جیل کاٹنے میں بڑے بہادر اور جری تھے۔ پولیس کو کہا کہ بازار سے اپنے خرچ سے کھانا

لاؤ یا جیل پہنچاؤ۔ ہم اپنا کھانا نہ کھائیں گے۔ پولیس نے کھانا کھلایا اور عصر کے قریب سنٹرل جیل ملتان پہنچا دیئے گئے۔ جیل میں گئے تو مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، سید نورالحسن شاہ بخاریؒ، مولانا سعید احمد جھنگی والاؒ، مولانا سلطان محمودؒ، مولانا قائم الدینؒ علی پور اور دوسرے حضرات موجود تھے۔ ہمارے جاتے ہی جیل کے تمام بزرگوں نے شفقتوں سے نوازا۔ مولانا نذیر احمد، باقر علی اور دوسرے جماعت اسلامی کے رفقاء بھی آ گئے تو مولانا احمد علی لاہوریؒ نے حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کو کہہ کر پچیس عدد معرا قرآن مجید کے نسخے منگوائے اور درس قرآن جاری کر دیا۔ پچیس دن بعد قاضی احسان احمدؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت لاہوریؒ، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ کو ڈسٹرکٹ جیل منتقل کر دیا گیا۔ وہاں پر مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور حضرت لاہوریؒ کو کھانے کی اشیاء میں زہر دیا گیا۔ دو چار لقمے کھاتے ہی قاضی صاحبؒ کی طبیعت غیر ہوگئی۔ سخت قے آئی۔ حضرت لاہوریؒ کا بھی یہی حال تھا۔ جیل کا ڈاکٹر آیا تو آتے ہی قے پر پانی ڈال کر اسے بہا دیا تاکہ زہر کا ثبوت باقی نہ رہے۔ جیل میں اس سانحہ کی خبر نے آگ لگا دی۔ جیل کے تمام قیدی دیواروں و درختوں پر چڑھ کر سراپا احتجاج بن گئے۔ عملہ تشدد کرتا۔ درمیان میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تجربہ کام آیا اور ان کے کہنے پر احتجاج ختم ہوا اور سانحہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

کچھ عرصہ بعد مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، ملک عبدالغفور انوریؒ سائیں محمد حیات اور میں (عبدالرحیم اشعرؒ) لاہور بوسٹرل جیل منتقل کر دیئے گئے۔ وہاں پر مولانا خدا بخش ملتانی، سید امین شاہ مخدوم پوری، مولانا زرین احمد خانؒ موجود تھے۔ میانوالی سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ (امیر مرکزیہ) صوفی ایاز خاں آئے ہوئے تھے۔ قاری رحیم بخشؒ پانی پتی نے تراویح جیل میں پڑھانی شروع کی تو ہر روز اڑھائی صد تحریک کے راہنماء مقتدی ہوتے۔ میرے متعلق پولیس نے متعلقہ آبائی تھانہ جلال پور پیروالا سے رپورٹ مانگی تو انہوں نے غیر اہم لکھ دیا یوں تین ماہ بعد ۲۷ رمضان شریف کو میری رہائی ہوگئی۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء: ص ۹۰ تا ۹۲)

انکوائری کمیشن: تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری کے لئے حکومت نے عدالتی کمیشن قائم کیا جو مسٹر جسٹس منیر، مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تھا۔ انکوائری کمیشن میں جن لوگوں نے شب و روز امت محمدیہ کی طرف سے وکالت کی ان میں مولانا عبدالرحیم اشعر بھی ہیں۔ آپ نے انکوائری کے چشم دید آٹھ واقعات سنائے۔ فقیر نے وہ واقعات مذکورہ کتاب میں شامل کر دیئے تھے جو پیش خدمت ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

(۱)........ ۸ جولائی کو مجھے میرے گھر واقع عنایت پور نزد جلال پور پیروالا میں خط ملا جو مولانا محمد علی

جالندھریؒ نے لاہور جیل سے تحریر کیا تھا کہ تم ملتان سے دفتر کی کتابیں اور اگر وہ نہ ملیں تو فیصل آباد سے اپنی مرزائیت کی کتابوں کا سیٹ لیکر لاہور پہنچو۔ ملتان آیا تو کتابیں نہ مل سکیں۔ فیصل آباد گیا ھو کا عالم تھا۔ تمام رفقاء پس دیوار زنداں تھے۔ حافظ عبدالرحمن کیمبل پور والے ملے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ تمہارے وارنٹ ہیں۔ مخبری ہوگئی تو دھر لئے جاؤ گے میں تمہاری کتابیں لیکر لاہور آجاؤں گا۔ آپ فوراً یہاں سے روانہ ہوجائیں میں لاہور چلا گیا۔ سید رحمت اللہ شاہ اپنے گھر سندیلیانوالہ سے کتابیں لائے۔ حافظ عبدالرحمن صاحب وہ کتابیں لے کر لاہور پہنچ گئے۔ اب کتابیں ہمارے پاس ہمیں کوئی ٹھہرانے کے لئے تیار نہ تھا۔ لاہور میں دولتانہ حکومت اور بعد میں فوج کے قیامت خیز مظالم کے سامنے کسی کی نہ جاتی تھی۔ ہم لوگ حیران و پریشان کہ مسافر غریب الدیار لوگوں کو سہارا دینے والا کوئی نہ تھا۔ تحریک کے صف اول کے تمام راہنما لاہور جیل میں تھے۔ دو دن مولانا مظہر علی کے گھر قیام کیا۔ ایک دن حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم تشریف لائے۔ فرمایا میں تمہیں تلاش کرتے کرتے ہار گیا۔ تم میرے مہمان ہو چلو کتابیں اٹھاؤ گاڑی میں رکھو اور میرے ساتھ چلو۔ ہوا یہ کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے اپنے مرید حکیم عبدالمجید صاحب سیفی کو حکم فرمایا کہ ختم نبوت کی طرف سے انکوائری میں کام کرنے والے آنحضرت ﷺ کے مہمان ہیں۔ یہ لوگ دربدر پھر رہے ہیں ان کو تلاش کرو اور اپنے گھر میں معزز مہمانوں کی طرح رکھو۔ کچھ عرصہ بعد خود حضرت قبلہ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ لاہور تشریف لائے۔ حکیم صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کے ایک اور مرید مولانا حافظ کریم بخش صاحب پروفیسر تھے۔ ان کا کتب خانہ ہمیں حوالہ جات کے لئے مل گیا۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ بھی تشریف لائے۔ اس طرح ایک ٹیم بن گئی جو انکوائری میں حصہ لینے لگی۔ مولانا مظہر علی اظہر اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ یہ دونوں مجلس عمل کے وکیل تھے۔

(۲)............ ایک دفعہ مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ سے عدالت نے سوال کیا کہ آپ ان کی کیوں وکالت کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو مجلس عمل کا وکیل ہوں۔ جس میں نو دینی جماعتیں شامل ہیں۔ نیز یہ کہ مجھے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے سیاسی اختلاف ہے۔ مگر مرزائیت کے احتساب کے لئے میں ان کا پوری قوم پر احسان سمجھتا ہوں اگر شاہ صاحبؒ مرزائیت کا احتساب نہ کرتے تو آج پورا ملک مرزائیت کے دام تزویر میں ہوتا۔ یہ سن کر منیر کا منہ لٹک گیا۔

(۳)............ ایک دفعہ مجھے (مولانا اشعرؒ) مولانا مظہر علی اظہر نے کاغذ لینے کے لئے بھیجا میں باہر نکلا تو عدالت کے عقبی دروازہ پر کھڑی عمدہ شیورلائٹ کار میں ایک خوبرو نوجوان فیشن ایبل لڑکی آکر بیٹھ گئی۔ اتنے میں ہٹو

بچوکا غوغہ ہوا اور منیر صاحب آئے وہ بھی اس کار میں بیٹھ کر ہوا ہو گئے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عدالت کے اردلی سے کہا کہ یہ لڑکی منیر صاحب کی بیٹی ہیں۔ وہ ہماری سادگی پر سر پیٹ کر رہ گیا۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب تمہارا فریق مخالف ہر روز نئی نویلی خوبصورت لڑکی کا انتظام کر کے منیر صاحب کے سینہ کی حرارت اور نفس کی شرارت کو برقرار رکھنے کا انتظام کرتا ہے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور سر چکرانے لگا کہ یا اللہ الامان الحفیظ!

(۴)............مولانا اشعرؒ فرماتے ہیں کہ انکوائری کے دوران صف اول کے راہنما جیل میں تھے۔ ہم لوگ باہر وکیلوں کی تیاری پر مامور تھے۔ کتابوں کا ایک سیٹ تھا جیل بھجواتے تو ہم خالی ہاتھ اور اگر ہمارے پاس ہوں تو وہ خالی ہاتھ۔ اس لئے یہ انتظام کیا کہ مولانا لال حسینؒ اختر کی زوجہ محترمہؒ نے کراچی کا سفر کیا۔ کراچی دفتر کے ہمسائے سید ادریس شاہؒ صاحب کے گھر میں وہ کتابیں تھیں وہ لیکر لاہور تشریف لائیں۔ اب کتابوں کو جیل بھجوانے کا مرحلہ تھا وہ یوں حل ہوا کہ شیخ حسام الدینؒ کی ٹانگ میں درد ہوا وہ کار میں بیٹھ کر ہسپتال معائنہ کے لئے تشریف لائے۔ ڈگی میں کتابیں رکھیں اور جیل تشریف لے گئے۔

(۵)............خواجہ ناظم الدین، حمید نظامی اور ظفر اللہ قادیانی کا بیان بند کمرہ عدالت میں لیا گیا۔ نظامی صاحب نے عدالت میں کہا کہ پنجاب حکومت نے اخبارات کو اشتہارات کی مد میں لاکھوں کی رقم دی اور انہوں نے مرزائیوں کے خلاف تحریک کو پروان چڑھایا۔ حالانکہ مجلس عمل کی ترجمانی روزنامہ آزاد کر رہا تھا اور اسے اشتہارات کی مد میں حکومت نے کوئی رقم نہ دی تھی۔ یہ ان کا محض عذر لنگ تھا۔ مجلس عمل کے وکیل مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ نے روزنامہ نوائے وقت کا ایک اداریہ پیش کر دیا جس میں درج تھا کہ گاہے بگاہے مرزائیت کے خلاف تحریک اس لئے اٹھتی ہے کہ مرزائیوں کے عقائد گمراہ کن اور اشتعال انگیز ہیں۔ انہیں کے باعث تحریک اٹھتی ہے۔ آپ کا عدالت کا بیان اور اداریہ کا بیان دونوں میں فرق ہے۔ کونسا صحیح ہے تو اس پر وہ....................!

(۶)............مولانا مظہر علی اظہر سے عدالت نے پوچھا کہ آپ نے قائداعظمؒ کو کافر کہا تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر شیخوپورہ کی پیش کی کہ میں نے لیگیوں سے کہا تھا کہ آپ ہمارے رہنماؤں پر الزام تراشی بند کریں۔ ورنہ میں مسٹر جناحؒ کے سول میرج کی کہانی ساتھ لاؤں گا۔ وہ لیگ کے لیڈر تھے میں احرار کا تو یہ الیکشنی بیانات ہیں۔ قائداعظمؒ نے کہا کہ میرے مطالبات میں خامی نکالیں۔ آپ میرے ذاتی معاملات میں نقص نہ نکالیں تو بات ختم ہو گئی۔ اس پر منیر نے کہا کہ اب ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری معلومات کے مطابق انہوں نے

سول میرج کے وقت جو بیان دیا تھا وہ واپس نہیں لیا۔ اس لئے میرا موقف ابھی بھی وہی ہے۔ اس پر عدالت نے کہا کہ ایسے بیانات پر لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔ مولانا مظہر علی اظہر نے کہا کہ ایسے ہوا تو میں سمجھوں گا کہ مسٹر منیر میرے قتل پر لوگوں کو اکسا رہے ہیں۔ اس پر عدالت میں سناٹا چھا گیا اور منیر کا منہ لٹک گیا۔ دوسرے دن فاطمہ جناح کا عدالت کے نام تار آیا کہ آپ اس قسم کے مباحث اٹھا کر میرے بھائی بانی پاکستان کو رسوا کر رہے ہیں۔ یہ قدرت کی طرف سے منیر کے منہ پر زنانے دار تھپڑ تھا۔

(۷)......... اب مرزائی الابی نے مولانا مظہر علی اظہر کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ فیصل آباد سے میاں محمد عالم بٹالوی احراریؒ مولانا مظہر علی کے باڈی گارڈ بنا دیئے گئے۔ وہ بلا کے ذہین اور بہادر انسان تھے۔ انہوں نے افواہ پھیلا دی کہ اگر مولانا مظہر علی کو کچھ ہوا تو منیر، بشیر الدین اور ظفر اللہ کی خیر نہیں۔ اس کی خبر منیر کو پہنچی دوسرے دن عدالت میں منیر نے کہا مسٹر مظہر علی میں کیا سن رہا ہوں۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کر دی۔ اب مولانا صاحب کے تعاقب سے مرزائی تھرا اٹھے اور معاملہ ختم ہو گیا۔

(۸)......... ۱۹۵۳ء لاہور کے ضمنی مارشل لاء کے زمانہ میں عیسائی کیپٹن بلدیہ لاہور کا انچارج تھا۔ منیر نے اپنی رپورٹ کے ص ۱۵۹ پر تسلیم کیا ہے کہ ”ایک پراسرار جیپ پر فوجی وردی میں ملبوس لوگوں نے اندھا دھند گولیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی“ اس پر مرزائی سوار تھے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ اخبار بے باک سہارن پور کی رپورٹ کے مطابق شہداء کو بلدیہ کے ٹرکوں پر لاد کر کچھ کو راوی کے کنارے پٹرول ڈال کر نذر آتش کیا گیا اور کچھ کو چتوکی کی اونچی کناروں والی نہر کے اونچے کناروں میں دفن کر دیا گیا۔ فیاحسرتا۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۵۵۳ تا ۵۵۶)

کراچی میں تقرری: تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری ختم ہوئی تو تحریک کے رہنما رہا ہو گئے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا باضابطہ انتخاب ہوا تو دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی میں مولانا عبدالرحیم اشعر کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ بنا کر بھیج دیا گیا۔ مولانا نے جا کر دفتر کھولا۔ رفقاء کو منظم کیا۔ ابتداء میں کام میں دشواری ہوئی تو مولانا عبدالرحیم اشعر نے حضرت جالندھریؒ کو خط لکھا کہ حسب منشاء کام نہیں ہو رہا میں تقریباً فارغ رہتا ہوں تو حضرت جالندھریؒ نے جواب تحریر کیا کہ آپ کا دفتر کھول کر رکھنا بھی کام ہے۔ تحریک ختم نبوت کے حالات کے بعد ختم نبوت کا دفتر کھولنا دشمن کے سینے پر مونگ دلنے کے مترادف ہے۔ اپنے آپ کو بے کار نہ سمجھیں۔ دفتر کھلا رہے۔ کام جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مدد کریں گے۔ اس خط سے آپ کو حوصلہ ملا۔ اس زمانہ میں حضرت جالندھریؒ کے حکم پر آپ کبھی کبھار کراچی حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے درس حدیث میں شریک ہوتے۔ کام شروع ہوا رفقاء مل گئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مولانا اشعرؒ کی مخلصانہ محنت کو قبول فرمایا۔ حضرت حاجی لال حسین صاحبؒ چکوال کے

باشندہ تھے۔ حکومت کے اہم سرکاری ملازم تھے۔ ملازمت کراچی میں کرتے تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔

مولانا اشعرؒ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کراچی تشریف لائے۔ حاجی لال حسین صاحب کے ہاں ناشتہ تھا۔ حضرت مولانا ہزارویؒ نے حاجی صاحب کی اعلیٰ ملازمت کی ٹھاٹھ باٹھ‘ شاہانہ کوٹھی۔ حاجی صاحب کی دین سے وابستگی دیکھی تو مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے فرمایا کہ جب ایسے کسی شخص سے آپ کا تعارف ہو تو فوراً بڑے حضرات حضرت امیر شریعتؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت جالندھریؒ سے ان کا تعارف کرادیں اور بزرگوں سے تعلق جوڑوادیں۔ اس لئے کہ اگر آپ ان کے آئیڈیل ہوگئے تو آپ سے کوئی معمولی لغزش ہوئی تو یہ دین سے دور ہو جائیں گے۔ بڑے حضرات سے ان کا تعلق ہوگا تو آپ کی معمولی لغزش بھی دب جائیگی اور دین سے ان کا تعلق بھی باقی رہے گا۔ چنانچہ مولانا اشعرؒ نے ان اکابر سے حاجی لال حسین صاحب کا آنا جانا شروع کرایا۔ حاجی صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مقرر ہوئے۔ عمر بھر امیر رہے۔ مرکزی شوریٰ کے رکن رہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ سے تو ان کا دوستانہ ہوگیا۔ گزشتہ چند سالوں میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم تقریباً ۱۹۶۶ء تک کراچی میں بحیثیت مبلغ کے کام کرتے رہے۔ تغلق روڈ پر مجلس کا دفتر مرکزی ملکیتی مکمل ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ تو مولانا عبدالرحیم مرکزی مبلغ کے طور پر ملتان تشریف لائے۔ مرکزی مبلغ اور ناظم کتب خانہ کے طور پر کام کرتے رہے۔ آپ کا حلقہ تبلیغ اب پورا ملک ہوگیا۔ کئی جگہ قادیانیوں سے کامیاب مناظرے ہوئے۔ میانوالی میں مناظر اسلام مولانا لال حسینؒ اختر کے معین مناظر تھے۔ اس دوران میں آپ جامعہ فاروقیہ عارف والا میں مجلس کی طرف سے خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے جوان کی صحت کے آخری سالوں تک جاری رہا۔ کم وبیش تیس سال آپ نے جامعہ فاروقیہ عارف والا میں بطور خطیب کے مجلس کی طرف سے ذمہ داری سنبھالی۔

حضرت مولانا لال حسینؒ اختر کے بیرونی سفر کے موقعہ پر مجلس کے قائمقام ناظم اعلیٰ بنے۔ مولانا لال حسینؒ اختر کے زمانہ امارت میں مجلس کے ناظم اعلیٰ رہے۔ حضرت شیخ بنوریؒ کے زمانہ میں مجلس کے ناظم تبلیغ رہے۔ غالباً حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کے وصال کے بعد عارضی طور پر کچھ وقت کے لئے نائب امیر رہے۔ غرض قدرت نے آپ کو بہت ہی قبولیت سے نوازا۔ اپنی صحت کے زمانہ میں مجلس کی مرکزی لائبریری کے امین تھے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ مجلس کی لائبریری۔ ریکارڈ کے حصول‘ کتب کی جمع وترتیب آپ کا وہ سنہری کارنامہ ہے جو آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنی تمام ذاتی کتب مجلس کی لائبریری کیلئے وقف کردیں۔ کتابوں کو نہ صرف جمع کرنے کا شوق تھا بلکہ کتابوں کے مطالعہ کے بھی دھنی تھے۔ کتاب پڑھتے پڑھتے سوجاتے اور جاگتے ہی کتاب کا مطالعہ شروع

کر دیتے۔ صحت کے زمانہ میں بلا شبہ سینکڑوں صفحات مطالعہ کا معمول تھا۔ قدرت نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔ حوالہ تلاش کرنے میں دیر نہ لگاتے تھے۔

چنانچہ مناظروں، عدالتوں میں آپ کے یہ جوہر خوب دیکھنے میں آئے۔ استاذ المناظرین حضرت مولانا لال حسین اختر کا حافظہ بھی بلا کا تھا۔ منہ سے حوالہ مانگتے دیر لگتی تھی۔ فوراً مولانا لال حسین اختر حوالہ بتا دیتے تھے۔ مولانا عبدالرحیم اشعر کا مزاج جداگانہ تھا۔ جب کوئی حوالہ طلب کرتا۔ آپ کے دماغ کا کمپیوٹر کام شروع کر دیتا۔ ایک کتاب کو ہاتھ لگاتے چھوڑ دیتے۔ دوسری کی طرف دیکھتے تیسری پر نظر ڈالتے۔ چوتھی کو اٹھاتے ورق الٹتے اور حوالہ نکال کر دے دیتے اور یہ کام ایسے منٹوں میں پھرتی سے ہوتا گویا جیسے کمپیوٹر فائلیں بدل رہا ہو۔ مولانا کتب شناسی میں بھی ماہر تھے۔ جلد اور کتاب کا حلیہ دیکھ کر بتا دیتے کہ یہ فلاں کتاب ہے۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ لائبریری کی ہر کتاب کے متعلق معلوم ہوتا کہ فلاں فن، فلاں الماری کے فلاں تختہ پر موجود ہے۔ وہاں سے نکال لیں۔ چنانچہ ننانوے فیصد یہ صحیح ہوتا۔ کتاب سے آپ کو عشق تھا۔ عمدہ مضبوط جلد بنوانے کا ذوق تھا۔ ایک ورقہ اشتہار چند صفحاتی پمفلٹ مل جاتا اسے بھی کور کرا لیتے تھے۔ مولانا اشعرؒ کے اس ذوق نے مجلس کی کئی مواقع پر کئی مشکلات کو حل کیا۔

مدرسہ مطالب العلوم: آپ نے اپنے گاؤں عنایت پور میں مدرسہ قائم کیا۔ جامع مسجد بنوائی جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ مدرسہ مطالب العلوم میں اس وقت بھی مقیم و مسافر طلبہ قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء: میں آپ نے ملک کے طول و عرض کے سفر کئے۔ کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ لیکن زیادہ تر اسلام آباد میں شیخ الاسلام حضرت بنوریؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی زیر سرپرستی۔ اپنے استاذ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کی معیت میں قادیانیوں پر جرح کے لئے حوالہ جات مہیا کرنا ''موقف ملت اسلامیہ'' کے لئے مواد مہیا کرنے میں مولانا اشعرؒ کا کردار مثالی رہا۔

عدالتوں میں مقدمات کی پیروی: قادیانیوں کے خلاف جتنے مقدمات عدالتوں میں چلے۔ لوئر کورٹ سے ہائیکورٹ تک وفاقی شرعی عدالت۔ جنوبی افریقہ ان تمام میں مولانا نے مجلس کی طرف سے پوری امت کا فرض کفایہ ادا کیا۔ جنوبی افریقہ کے کیس سے واپسی پر آپ کا ایک انٹرویو اخبار جہاں کراچی میں شائع ہوا۔ اسے بھی اس پرچہ میں علیحدہ شائع کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کو مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی خدمات کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔

بیرونی ممالک کے سفر: ۱۳۸۸ھ میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے ڈھاکہ کا ایک ماہ کا سفر کیا۔

۱۹۷۵ء میں ڈیڑھ دو ماہ کا سفر انڈونیشیا کا ہوا۔ جنوبی افریقہ دوبار تشریف لے گئے۔ حج کے بھی دو سفر ہوئے۔ یوں برصغیر اور افریقی براعظموں تک مولانا کی آواز حق سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان کو فائدہ کا سامان کر دیا۔ مولانا کی خوش بختی پر نظر کریں کہ پنجاب کے ایک غریب پسماندہ علاقہ کے متوسط غریب گھرانہ سے تعلق رکھنے والے شخص کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قدرت نے کہاں کہاں تک پہنچایا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

تصنیفی خدمات: مولانا مرحوم جس طرح پڑھنے کے دھنی تھے لکھنے کے لئے اتنا وقت نہ مل سکا۔ دراصل وہ ایک تحریکی دور تھا۔ اس وقت تصنیف و تالیف کی ان کو کہاں فرصت تھی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر و اشاعت میں جان تو بڑی حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تشریف آوری پر۔ حضرت لدھیانویؒ اتنے بڑے مؤلف و مصنف تھے کہ ان کے سامنے کسی دوسرے کا چراغ نہ جلتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ حوالہ جات میں مدد اور مختلف موضوعات پر لکھنے کے لئے مولانا عبدالرحیم اشعرؒ آپ کو توجہ دلاتے رہتے تھے۔ اس کے باوجود ''مرزا غلام احمد قادیانی کی آسان پہچان'' اور ''بیرونی ممالک میں قادیانی تبلیغ کی حقیقت'' اور ''قادیانیت علامہ اقبال کی نظر میں'' وغیرہ دو تین رسائل مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے بھی تصنیف کئے۔

دیگر خصوصیات: مولانا مرحوم ہنس مکھ، دلنواز دوست اور ایک اچھے انسان تھے۔ تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ طبیعت سادہ اور بہت ہی سادہ تھی۔ کھانے پینے، لباس و وضع قطع میں کوئی تکلف نہ برتتے تھے۔ آپ کو قدرت نے ایک وجیہہ چہرہ دیا۔ بسطتا فی العلم والجسم کا مصداق تھے۔ بڑے حضرات کے ساتھ کام کرنے کے قدرت نے مواقع دیئے تھے۔ چنانچہ ان اکابر کی روایات کے امین ہو گئے تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ وہ مجلس پر دل و جان سے فدا تھے۔ جماعتی حلقہ احباب میں مولانا کا بے حد احترام تھا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ سے تعلق قائم کیا تھا۔ مولانا اشعرؒ کی خوبی تھی کہ پوری صحت کی زندگی میں یومیہ بلاناغہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ حزب الاعظم کی منزل بھی یومیہ پڑھنے کا معمول تھا۔ ایک اچھے انسان کی تمام خوبیاں ان میں موجود تھیں۔ اکابرین سے محبت عشق کی حد تک کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں ومحاسن سے ڈھیروں حصہ نصیب کیا تھا۔ مقدر والے انسان تھے۔

بیماری: کراچی جب تشریف لے گئے چھریرے بدن اور گٹھے ہوئے جسم کے جوان تھے۔ کراچی کی مرطوب ہوا نے ان کو موٹاپے کا روگ دیا۔ پنجاب آئے تو ملک بھر کے دوروں پر شب و روز رہے۔ اس سے موٹاپا رک تو گیا۔ لیکن کم نہ ہوا۔ آخری دس سالوں سے شوگر نے اپنے لوازمات سمیت آن گھیرا۔ سوائے آخری چند دنوں کے سوا

کسی کے محتاج نہ ہوئے۔

۲۲ مئی ۲۰۰۳ء جمعرات سوا بارہ بجے واصل بحق ہوئے۔ شام ساڑھے چھ بجے جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث اور مولانا عبدالرحیم کے ابتدائی دورہ حدیث کے ساتھی حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کی اقتداء میں ہزاروں علماء اور عوام کی کثیر تعداد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مغرب کے بعد گویا شب جمعہ کے آغاز میں ان کو رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ منوں مٹی کے نیچے پون صدی دین کی خدمت کرنے والے مجاہد' مناظر' عالم دین' حق گو' محبتیں تقسیم کرنے والی عظیم شخصیت کا سنہری تاریخ کا ایک باب ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔ فقیر' مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی وفات والے دن سندھ سے واپس بہاول پور آیا تھا۔ بہاول نگر جانا تھا کہ اطلاع ہوگئی۔ جنازہ اور دیدار اور آخری الوداعی ملاقات نصیب ہوگئی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے کراچی قیام کے دوران جامعہ بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث کر رہے تھے۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کے مولانا مرحوم سے اس زمانہ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ بعد میں جماعتی تعلقات بھی ہو گئے۔ آخری عمر تک ایک دوسرے کو جگری بھائیوں کی طرح چاہا۔ حضرت مولانا بھی محترم عزیز الرحمٰن رحمانی کے ساتھ ملتان سے تشریف لائے۔

حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کے جانشین حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شیخ الحدیث و رئیس الجامعہ المدنیہ بہاول پور' مولانا محمد اسحٰق ساقی' مولانا عبدالرحیم مرحوم کے جگری دیرینہ دوست پروفیسر عطاء اللہ اعوان بہاول پور سے شجاع آباد سے مولانا زبیر احمد رئیس جامعہ فاروقیہ کی سربراہی میں علماء کی جماعت جامعہ خیر المدارس کے اساتذہ کرام پر مشتمل وفد ایک بڑی ویگن کے ذریعہ۔ جلالپور پیروالا کے گرد و نواح کی دینی قیادت اور علماء کرام کی بہت بڑی جماعت جنازہ میں موجود تھی۔ مولانا عبدالرحیمؒ کے نام کے ساتھ اشعر کا لاحقہ آپ کے جگری دوست ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ نے جوڑا تھا۔ مولانا اشعرؒ اپنے اکابر کے پاس چلے گئے اور ہم تعزیتی نوٹ لکھنے اور محرومیوں کے آنسو بہانے کے لئے رہ گئے۔ وہ چلے گئے۔ ہم تیار بیٹھے ہیں۔ ان جانے والوں کے ذریعہ اپنے مرحوم اکابر کے پاس ہمارے کام کی رپورٹ پہنچ رہی ہے۔ مولانا اشعرؒ تو اپنے سنہری کارناموں کے باعث اکابر کی ارواح کے اجتماع میں یقیناً سرخرو ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عالم ارواح میں اپنے اکابر کے پاس رسوا نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے بچا کر دارین کی سعادتوں سے نوازیں۔ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کی شفاعت عظمیٰ نصیب ہو جائے۔ آخری وقت تک اللہ تعالیٰ خدمت ختم نبوت سے محروم نہ فرمائیں۔ سوائے اپنے دروازہ کے کسی کا محتاج نہ بنائیں۔ آمین!

میثاقِ رکنیت

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

عکس نمبر1

ہم حلفاً اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اغراض و مقاصد (نصب العین) اور طریق کار کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں ــــ اور ــــ عہد کرتے ہیں کہ مجلس کے دستور کے پابند اور جماعتی نظم و نسق کے فرمانبردار رہیں گے اور

اپنی زندگی کو کتاب و سنت کے مطابق گزارنے کی حتی المقدور کوشش کریں گے

اللہ تعالیٰ ــــ ہمیں اس عہد و اقرار پر ثابت قدم رکھے! آمین

1	سید عطاء اللہ شاہ بخاری ولد مولانا سید ضیاء الدین شاہ صاحب بخاری مرحوم و مغفور	[illegible]
2	محمد علی جالندھری ولد حاجی محمد ابراہیم صادق آباد بہاولپور	[illegible]
3	لال حسین اختر ولد حسین بخش سرگودھا	لال حسین اختر
4	عبدالرحمن میانوی ولد فضل الدین میانی ضلع سرگودھا	عبدالرحمن میانوی
5	شیخ احمد ولد میاں کرم الدین بوریوالا ضلع ملتان	شیخ احمد
6	سعید احمد ولد گل محمد حسینی ضلع مظفرگڑھ	سعید احمد
7	محمد شریف ولد جندوڈا بہاولپور	[illegible]
8	تاج محمود ولد محمد حبیب لائل پور	تاج محمود عفا اللہ عنہ
9	محمد رمضان ولد غلام محمد میانوالی	محمد رمضان عفی عنہ
10	محمد یوسف مجاہد الحسینی ولد محمد ابراہیم مظفرگڑھ	[illegible]
11	نذیر حسین ولد مولانا نور محمد پیر جا گل [illegible] سندھ	[illegible]
12	علاؤ الدین ولد مولانا احمد دین ڈیرہ اسماعیل خان	[illegible]
13	حافظ محمد شریف ولد نور محمد شاہ کی گیروالہ	[illegible]
14	ملک عبدالغفور انوری ولد ملک مولا [illegible] برخوردار ملتان	عبدالغفور انوری
15	غلام قادر ولد محمد امیر نکیانہ شہر	غلام قادر [illegible]
16	حافظ محمد شریف صاحب ملتان	
17	ماسٹر اختر حسین [illegible] ملتان	[illegible]

انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی

از دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت

بالمقابل ریڈیو پاکستان بندر روڈ کراچی

عکس نمبر ۲

فون نمبر ۲۲۰۷ شمار G...... مورخہ ۵ راپریل ۱۹۵۲ء

مکرمی جناب

السلام علیکم!

پاکستان میں مرزائیت کی سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں سے یقیناً آپ بے خبر نہیں ہوں گے۔ ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے چند گذارشات عرض خدمت ہیں۔ امید ہے کہ توجہ فرماکر مشکور فرمائینگے

● اپنے زمانہ اقتدار میں حکومت برطانیہ نے اپنی بعض سیاسی اغراض کو برسرکار لانے کیلئے مرزائی جماعت کو جنم دیا۔ برطانوی استعمار کے سایہ میں پرورش پاکر اس جماعت نے غلامی کے بندھنوں کو مضبوط کرنے میں ایک نمایاں پارٹ ادا کیا۔ جیسا کہ حضرت علامہ اقبال مرحوم نے اپنے بیان میں فرمایا

☆ مسلمانوں کی مذہبی تاریخ میں مرزائیت کا کام یہ رہا ہے کہ وہ ہندوستان میں ان کی سیاسی غلامی کو الہام کی بناء پر حق بجانب ثابت کرے (حرف اقبال صفحہ ۱۰۵) ☆

● اسلام اور عیسائیت میں صدیوں سے جو جنگ جاری ہے۔ اس سلسلے میں انگریز ترکی کی خلافت عثمانیہ کو اپنی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس کے باعث تمام ممالک اسلامیہ ایک لڑی میں منسلک تھے۔ چنانچہ خلافت عثمانیہ کو تباہ اور اتحاد اسلامی کو ختم کرنے کے لئے جہاں لارڈ لارنس، جان فلبی وغیرہ انگریزوں کو مسلمانوں کے بھید میں جاسوسی کرنے اور انتشار پھیلانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ وہاں شریف مکہ اور مرزا غلام احمد قادیانی ایسے مسلمانوں کو بھی اتحاد اسلامی کو تباہ کرنے پر آمادہ کر لیا گیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد اور اس کی پارٹی نے ایک منظم طریق سے اتحاد اسلامی کی جڑ پر کلہاڑا چلایا۔ تبلیغ کے نام پر قادیانی مبلغین اسلامی ممالک میں حکومت برطانیہ کی جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج نہ صرف خلافت عثمانیہ ہی پارہ پارہ ہو چکی ہے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ بھی برطانوی سازشوں کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔

● ——— ہندوستان کی آزادی اور اسلامی ممالک کے تحفظ کے معاملہ میں مرزائیوں نے کبھی بھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔ بلکہ برطانیہ کو اس کی سازشوں کی تکمیل میں امداد بہم پہنچاتے رہے۔

● ——— ہندوستان کی آزادی کے وقت انگریز نے کمال عیاری سے مرزائیوں کو پاکستان میں برسر اقتدار لانے کی کوشش کی جس میں وہ پوری طرح کامیاب رہا اور ہمارے زعماء نے جو مرزائیت کی حقیقت سے ناآشنا تھے۔ سر ظفر اللہ کو باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنے وکیل کی حیثیت سے پیش کر دیا۔ لیکن چوہدری ظفر اللہ صاحب کے کٹر قادیانی ہونے کے باوجود بھی مرزائیوں نے اپ کو دینی نمائندگی کا حق نہ دیا۔ بلکہ جماعت احمدیہ کی طرف سے شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ کو وکیل کی حیثیت سے باؤنڈری کمیشن کے روبرو پیش کیا۔ جس کے نتیجے کے طور پر گورداسپور کا ضلع جو کہ پیشتر ازیں فیصلہ کے مطابق پاکستان کا حق تھا۔ پاکستان کو نہ ملا۔ پھر ننکانہ اور قادیان کے تبادلہ کی کوشش کی گئی لیکن حکومت پاکستان کے کسی حساس رکن کی بروقت تنبیہہ کے باعث یہ سکیم بھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ لیکن اتنا ضرور ہو گیا کہ ننکانہ میں سکھ سیواداروں کی جگہ ہندوستان میں مسلمانوں کو کسی جگہ ٹھہرانے کے بجائے تین سو مرزائیوں کو قادیان ٹھہرنے کی اجازت مل گئی۔

● ——— پاکستان میں ایک طے شدہ پلان کے مطابق بہترین کوٹھیاں، کارخانے اور زمینیں مرزائیوں کو الاٹ ہوئیں۔ اور پنجاب کے رسوا گورنر سر فرانسس موڈی نے دریائے چناب کے کنارے ایک آنہ فی مرلہ کے حساب سے مرزائیوں کو دس ہزار ایکڑ زمین دے کر ایک خالص قادیانی بستی بسانے کی اجازت دے دی۔ حالانکہ حکومت پہلے یہ زمین کسی دوسرے ادارے کو پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ کے حساب دینے سے انکار کر چکی تھی۔

● ——— سر ظفر اللہ کے اقتدار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک منظم طریق سے ملازمتوں پر قبضہ جمایا جا رہا ہے۔ وزارت خارجہ کی راہ سے اسلامی ممالک میں مرزائیوں کے اڈے قائم کئے جا رہے ہیں اور مرزائیت کی حقیقت سے ناآشنا عالم اسلام کے عوام اس فتنہ کا شکار ہو رہے ہیں۔

مسلمانو! ہمارا یہ دینی و ملی فرض ہے۔ کہ امت مسلمہ اور عالم اسلام کو اس فتنہ کے شکار ہونے سے بچانے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے لازماً ایک مضبوط تبلیغی مشن کی ضرورت ہے اور الحمد للہ کہ مجلس احرار اسلام نے اس ذمہ داری کا بار اٹھایا ہے ———

ادیب

☆ گذشتہ دو سال سے نہ صرف عوام بلکہ اعلیٰ حکام اور عمائدین سلطنت سے بھی فرداً فرداً ملاقاتیں کر کے ان کو اس فتنہ کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے جس کے اثر سے پہلے سال قریباً تین سو مرزائیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور گذشتہ سال ستر کتنے تائب ہوئے ——— ☆

اس وقت

جماعت کے بیس مبلغین ملک کے مختلف گوشوں میں کام کر رہے ہیں۔ کراچی میں دفتر کھول دیا گیا ہے۔ سندھ اور بلوچستان میں کام شروع ہو رہا ہے۔ انشاءاللہ بہت جلد بیرونی ممالک کو وفد روانہ کر دیئے جائیں گے۔ جن کے لئے انگریزی دان مبلغوں کی تلاش کی جا رہی ہے۔

جماعت

کے زیر تجویز آئندہ سال جتنا کام ہے اس کے لئے کم از کم ایک لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے جماعت ہر صاحب نصاب مسلمان سے زکوٰۃ کے چوتھائی حصہ کی درخواست کرتی ہے۔ امید ہے کہ آپ دین کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، نہ صرف خود میری درخواست پر غور کریں گے، بلکہ اپنے احباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں گے۔

والسلام!

آپ کا مخلص

سید عطاء اللہ

(مولانا) سید عطاء اللہ شاہ بخاری

دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت

بالمقابل ریڈیو پاکستان

بندر روڈ، کراچی ۱

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے تعاقب واستیصال کے لئے جو بے مثال خدمات انجام دیں وہ ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور آنے والوں کے لئے نمونہ عمل ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ شانہ نے بہترین حافظہ عطا فرمایا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تمام دلائل ازبر ہونے کے علاوہ آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی اور دیگر قادیانیوں کی کتابوں پر بھی مکمل عبور حاصل تھا۔ تمام حوالے بقید صفحات یاد تھے۔ اپنی زندگی میں قادیانیوں سے بیسیوں مناظرے فرمائے اور حق تعالیٰ شانہ کی تائید' مسلک حق کی قوت' فن مناظرہ میں مہارت اور اپنے خداداد بے مثال حافظہ کی بدولت ہمیشہ غالب آئے اور قادیانی مناظرین کو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے موقع پر قومی اسمبلی میں ''امت مسلمہ کا متفقہ موقف'' جیسی اساسی کتاب کا مکمل مواد مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا فراہم کردہ تھا جسے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مرتب شکل دی۔ مولانا مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرے مگر ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ جامعہ خیر المدارس کے بزرگ فضلاء میں شمار ہوتے تھے۔ استاذ محترم حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کے ہم عصر' ہم جماعت' ہم درس بلکہ ہم کتاب تھے۔ حضرت استاذ محترم فرماتے ہیں کہ ترمذی شریف کا ہم دونوں کے پاس ایک ہی نسخہ تھا اور دونوں اسی پر سبق پڑھتے اور تکرار و مطالعہ کرتے تھے۔

مولانا اشعرؒ نے تاحیات اپنی مادر علمی سے محبت و وفا کا تعلق قائم رکھا۔ دین کے دیگر شعبوں میں کام کرنے کی ضرورت واہمیت کے قائل ہونے کے باوجود عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت جزو ایمان سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ کی علمی تبلیغی صلاحیتوں کے باعث آپ کو بہت پرکشش پیشکشیں کی گئیں مگر آپ آخر دم تک مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۲ مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات طویل علالت کے بعد اپنے آبائی گاؤں عنایت پور (جلالپور پیروالا) میں خالق حقیقی سے جاملے۔ جامعہ خیر المدارس سے اساتذہ کرام کا ایک وفد جنازہ میں شریک ہوا۔ نماز جنازہ کی امامت آپ کے دیرینہ رفیق وحبیب استاذ مکرم حضرت مولانا محمد صدیق صاحب نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مولانا اشعرؒ کی دینی خدمات کو ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور وسیلہ رفع درجات بنائیں اور اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائیں۔ آمین! (ماہنامہ الخیر ملتان)

مناظر ختم نبوت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا انتقال

ان کے تابڑتوڑ حملوں نے قادیانیت کی کمر توڑ دی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق مرکزی ناظم تبلیغ ' ردقادیانیت کے محاذ پر مشہور مناظر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ جلالپور پیروالا کے قریب عنایت پور میں ۸۰ سال کی عمر پا کر اس دار فانی سے عالم جاودانی کی جانب رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اس کاروان عزیمت اور ان ارباب علم وفضل میں سے تھے جنہوں نے انگریزوں کے خود کاشتہ پودا فتنہ قادیانیت کا علمی اور فکری میدان میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کی محبت سے سرشار ہو کر دیوانہ وار مقابلہ کیا اور مدعی نبوت کاذبہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفریب کا پردہ چاک کر کے برصغیر کے مسلمانوں کے ایمان کا دفاع کرتے رہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ محدث کبیر علامہ محمد یوسف بنوریؒ اور سفیر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ ایسی ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے نہ صرف عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ ودفاع کے لئے عالمانہ شان سے قربانیاں دیں۔ انگریز پرست حاکموں کے کبروغرور کا مقابلہ کیا اور ناموس مصطفی ﷺ کی حفاظت کی خاطر قید وبند کی صعوبتیں جھیلیں بلکہ مملکت خداداد پاکستان کو قادیانیت کے چنگل میں جانے سے بچایا۔ ورنہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی' ایم ایم عقیلی ایم ایم احمد اور ظفر چوہدری جیسے مہا قادیانی ان کلیدی عہدوں پر فائز رہے کہ ان کی قوت کے نشے میں پاکستان پر قادیانیت کے اقتدار کے انہیں خواب دیکھائی دینے لگے تھے۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ حکومت پاکستان گویوں' مراثیوں' شعبدہ بازوں اور قوم وملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والوں کے مرتبوں کا اعتراف تو کرتی ہے۔ انہیں ایوارڈ بھی عطا کرتی ہے مگر پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا دفاع کرنے والے فقیر منش علماء ومفکرین کی خدمات کا اعتراف نہیں کرتی۔ ورنہ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بجا طور پر ان مبلغین اسلام اور محسنین ملک وملت سے ہیں جو قومی سطح پر اعزاز کے مستحق ہیں۔ ان کے انتقال کا صدمہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ' جمعیت علماء اسلام' پاکستان شریعت کونسل اور دیگر تمام دینی جماعتوں میں ہر سطح پر محسوس کیا جائے گا۔ نصف صدی سے زائد عرصے تک مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے جن معرکوں میں قادیانی دجالوں کو ناک آؤٹ کیا ان کی تفصیلی روئیداد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو مرتب کر کے شائع کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مولانا اشعرؒ کی دینی اور علمی خدمات کو قبول فرمائے۔ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے فرزند مولانا عطاء الرحمٰن فاضل جامعہ قاسم العلوم ملتان اور دیگر جملہ پسماندگان کو صبر بالا جر عطا فرمائے۔ آمین! (ماہنامہ نور علیٰ نور کراچی)

بقیہ: مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

جذبہ بیدار ہوا۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک میں لوئر پکھل کے مسلمانوں کا جذبہ قابل دید تھا۔ اس موقعہ پر بہت سے اکابرین جماعت علاقہ میں تشریف لائے۔ تحریک کے بعد شاہین ختم نبوت استاذ ذی وقار مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ بھی مدرسہ رحیمیہ نیو مراد پور کے جلسہ تقسیم اسناد میں تشریف لائے۔ حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم دو مرتبہ مدرسہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ للبنات الاسلامیہ میں تشریف لائے۔ راقم الحروف کی بچیوں کے حفظ قرآن کے ختم کے موقعہ پر رونق افروز ہوئے۔ مگر اولیت کا سہرا حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر مرحوم کے سجا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں اپنے خاص فضل و کرم سے نوازیں۔ سیئات سے درگزر فرمائیں، حسنات کو قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرماویں۔

ان کی وفات کی اطلاع سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور لوئر پکھل کا ہر کارکن غم زدہ نظر آ رہا تھا۔ امیر محترم مولانا محمد مظفر اقبال نے فون پر تعزیت کی۔ مکی مسجد نیو مراد پور مدرسہ سیدہ فاطمۃ الزہرا مراد پور میں ان کے لئے قرآن خوانی کی گئی۔ ان کے اہل خاندان سے تعزیت کا اظہار کیا گیا۔

بقیہ: نوازشات

یہ سطور بادل نخواستہ لکھنی پڑیں۔ دشمن کو جگ ہنسائی کا موقعہ دینے کے علاوہ اور بہت سے کرنے کے کام ہیں۔ ان کو وہ کرنے چاہئیں۔ مولانا مجاہد الحسینی اگر ”پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ“ پر اگر عمل نہیں کر سکے تو مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلس کے اکابرین سے متعلق: ”اذکرو موتاکم بالخیر ․“ کی حدیث پر ہی عمل کر لیتے۔

قادیانیوں نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے متعلق اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ فالج میں مبتلا ہوئے۔ آخری وقت بے بسی میں گزارا۔ بعینہ یہی بات مولانا مجاہد الحسینی حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے متعلق کہتے ہیں۔ حالانکہ قادیانی اوباش اور مجاہد صاحب دونوں غلط کہتے ہیں۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس دھرتی پر رب کریم کی عنایات کا درخشندہ ستارہ تھے اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ پر بھی رب کریم نے اپنے کرم کے دروازے وا کئے رکھے۔ مولانا مجاہد الحسینی کے متعلق جناب حنیف رضا صاحب مرحوم نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ نہ سوختنی نہ فروختنی! (باقی۔باقی)

بقیہ: مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

رفتہ ختم ہوتی جارہی ہے۔اب ہر طرف لیڈروں کا راج ہے اور لیڈری کی اکاس بیل نے اہل حق کے پورے باغ کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔اس سال مئی کا مہینہ میرے جیسے کارکنوں پر بہت بھاری گزرا کہ پرانے بزرگوں کی کھیپ میں سے حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور نوجوانوں کی ٹیم میں سے حضرت مولانا اللہ وسایا قاسم شہیدؒ کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا۔میرے لئے ان دونوں کی جدائی کا کرب یکساں ہے۔اس لئے کہ دونوں کا کوئی متبادل نظر نہیں آرہا۔دونوں مورچے خالی ہوگئے ہیں اور دونوں کی جدوجہد کا اسلوب اور روایات اب ماضی کا حصہ بنتی جارہی ہیں۔اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائیں۔ان کے حسنات کو قبولیت سے نوازیں۔سیئات کے بارے میں درگزر سے کام لیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کریں۔آمین • یارب العالمین!

جب...... ادیان عالم میں انقلاب عظیم برپا ہوا
جب...... قلوب وارواح کی دنیا میں خزاں نا آشنا بہار آئی
جب...... نسل انسانی کو شرف ومجد کا اوج کمال نصیب ہوا

تو جو دما لکھ کر گیا

ع ...... عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

ماہ ربیع الاول

حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین خاتم الانبیاء
حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت مبارکہ، بعثت طیبہ، ہجرت مقدسہ اور لقاء رفیق الاعلیٰ
کے ایمان پرور اور جہاں آراء عظیم واقعات کا مہینہ ہے

اے رسولِ امینﷺ، تجھ سا کوئی نہیں

کے زیر عنوان...... مولانا عبدالرشید انصاری
مدیر ماہنامہ نور علی نور
کے قلم سے عقیدت وحقیقت کا مرقع، جامع اور بلیغ مضمون
☆...... بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے نعتیہ اشعار
☆...... محبوب الصلحاء حضرت سید شاہ نفیس الحسینی کی روح پرور نعت
☆...... پیش لفظ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین شامزئی
۱۶ صفحات۔ جلی کتابت بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر پرچہ منگوائیں

مساجد ومدارس میں مفت تقسیم

کے لئے ۲۵۰۰ روپے میں ایک ہزار، ۳۰۰ روپے میں ایک سو پمفلٹ طلب کریں

ناظم اشاعت

ماہنامہ نور علی نور مسجد نور نزد صدیقہ مسجد سیکٹر 11-B نارتھ کراچی فون:6996518

مولانا زاہد الراشدی

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی رخصت ہو گئے

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ گزشتہ دس برس سے صاحب فراش تھے اور 22 مئی 2003ء کو اس جہان فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ آج کی نسل مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے واقف نہیں۔ وہ آج کے دور کے آدمی ہی نہیں تھے۔ اس لئے آج کے دور کے لئے انہیں پہچاننا آسان بھی نہیں ہے۔ البتہ دنیائے اسلام اور خاص طور پر پاکستان میں دینی حلقوں کی آج جو رونق اور چہل پہل دکھائی دے رہی ہے اور دینی مراکز مساجد اور مدارس میں جو گہما گہمی نظر آ رہی ہے۔ اس کے پیچھے حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور ان جیسے سینکڑوں درویش منش علماء کی طویل جدوجہد کا ایک تسلسل ہے۔ جنہوں نے سادگی، قناعت اور جفاکشی کے ساتھ اس معاشرے میں دینی تعلیمات کو زندہ رکھنے اور مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کو بچانے کے لئے زندگی بھر محنت کی اور بالآخر دنیاوی زندگی کی آسائشوں اور سہولتوں کو قربان کرتے ہوئے مسلم معاشرہ میں کفر والحاد اور تشکیک ونفاق کی یلغار کو روکنے میں کامیاب ہو گئے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا تعلق عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر قادیانیت کا مقابلہ کرنے والے سرفروش قافلے سے تھا۔ جنہوں نے اس دور میں قادیانیت کو سرعام للکارا جب ملک میں فوج اور سول کے بہت سے کلیدی مناصب پر قادیانیوں کا تسلط تھا۔ قادیانیوں کے عقائد وکردار پر کسی جلسہ یا رسالے میں تنقید بھی جرم تصور ہوتی تھی۔ قادیانیت کے ساتھ تعلق کے اظہار کو مختلف محکموں میں ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اور برسرعام ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے والوں کے سینے گولیوں سے چھلنی ہو جایا کرتے تھے۔

یہ وہ دور تھا جب قادیانی مناظرین اور تربیت یافتہ نوجوان چند مخصوص مسائل مثلاً اجرائے نبوت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبینہ وفات اور امام مہدی کے ظہور کے بارے میں اپنے عقائد کا کھلم کھلا پرچار کرتے تھے۔ اپنے خود ساختہ دلائل اور اہل اسلام کے دلائل کے جوابات کا رٹا لگا کر علمائے کرام کے پاس جا گھستے تھے اور ان مسائل پر ان کی تیاری اور مطالعہ نہ ہونے کا فائدہ اٹھا کر نوجوانوں کو گمراہ کیا کرتے تھے کہ دیکھو ہمارے دلائل کا ان علماء کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

اس دور میں جن علمائے کرام نے قادیانیت کے لٹریچر کو کھنگالا اور قادیانی دجل وفریب کو بے نقاب کرنے کے لئے مطالعہ کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر دلائل اور جوابات کے گراں قدر موتی تلاش کئے ان میں پہلی صف [illegible]

علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ' حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لی ہے۔ دوسری صف میں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ' حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ' حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ' اور حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ کے نام آتے ہیں اور تیسری صف فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی قیادت میں حضرت مولانا لال حسین اخترؒ' حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود' حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی پر مشتمل ٹیم میدان عمل میں مصروف کار دکھائی دیتی ہے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اسی ٹیم کے اہم فرد تھے اور کتابوں تک رسائی ان کے مطالعہ اور ضروری حوالے تلاش کرنے میں اس پوری ٹیم کے روح رواں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اب تو یہ طرز ہی ختم ہوگئی ہے اور اس ذوق کا دور دور تک کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا۔ لے دے کر قادیانیت کے محاذ پر مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اور مولانا اللہ وسایا نام کے دو بزرگ باقی رہ گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن اور مولانا منظور احمد الحسینی جیسے حضرات رد قادیانیت پر عبور اور دسترس رکھتے ہیں اور قادیانیوں کے لٹریچر سے ضروری شناسائی بھی رکھتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر کوئی حوالہ پوچھنے یا کسی مشکل سوال کا جواب دریافت کرنے میں ان سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ ہر طرف سناٹا ہے اور ہو کا عالم دکھائی دیتا ہے۔ آج کے نوجوان علماء کے لئے مناظروں کے اس دور کو سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن ہم نے اس دور کے آخری حصہ کی ایک جھلک دیکھی ہے۔ جب قادیانیوں کی طرف سے قاضی نذیر احمد' جلال الدین شمس اور ابوالعطاء جالندھری چوٹی کے مناظرین شمار ہوتے تھے۔ مناظرہ اور گفتگو کے فن پر عبور رکھتے تھے۔ کتابوں اور لٹریچر پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی اور قادیانیت سے متعلقہ موضوعات پر مکمل تیاری نہ رکھنے والے بڑے بڑے مسلم علماء کرام کے لئے بھی ان میں سے کسی کے سامنے کھڑا ہونا مشکل ہوتا تھا۔ اس دور میں حضرت مولانا محمد حیاتؒ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ' حضرت علامہ خالد محمود اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مسلمانوں کی طرف سے بڑے مناظر شمار ہوتے تھے جنہوں نے کئی بار قادیانی مناظرین کا سامنا کیا اور میدان مناظرہ میں انہیں شکست فاش دی۔ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ان میں سے اکثر مواقع پر معاون ہوتے تھے اور کتابوں کی ورق گردانی' حوالوں کی تلاش اور کسی مشکل میں پھنس جانے پر اپنے مناظرین کو عین موقع پر لقمہ دے کر مشکل سے نکالنا ان کا کام ہوتا تھا۔ مناظرہ کے فن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ یہ کس قدر مشکل کام ہوتا ہے اور اس میں مناظر سے کہیں زیادہ ہوشیاری' موقع شناسی اور چوکنا پن کا ثبوت اس کے معاون کو دینا پڑتا ہے۔ مگر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو اپنی پشت پر کتابوں کے انبار کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر مناظر کو مکمل اعتماد ہوتا تھا کہ کوئی حوالہ تلاش کرنے اور کسی سوال کا بروقت جواب دینے میں اب اسے کسی پریشانی

کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مولانا مرحوم نے خود بھی بار ہا کامیاب مناظرے کئے اور فریق مخالف کو دندان شکن جوابات سے لاجواب کیا۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ختم نبوت کی چلتی پھرتی لائبریری کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کتاب کا مطالعہ اس میں ڈوب کر کرتے تھے۔ یادداشت اچھی تھی۔ اس لئے کتاب کے مندرجات کو اپنی ترجیحات کے مطابق یاد رکھتے تھے۔ انہیں معلوم ہوتا تھا کہ فلاں حوالہ کس کتاب میں ہے۔ وہ کتاب کس مطبع کی چھپی ہوئی ہے اور کس لائبریری میں مطالعہ کے لئے دستیاب ہوسکتی ہے۔ مجھے ان سے نیاز مندی حاصل تھی۔ جب صحت مند تھے اور سفر کرتے تھے تو گوجرانوالہ بھی تشریف لاتے تھے۔ دفتر ختم نبوت میں ان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ ہر بار کسی نئی کتاب کا نام لیا اور کوئی نیا حوالہ سنایا۔ ملتان کے دفتر ختم نبوت میں بھی متعدد بار حاضری ہوئی اور ان سے ملاقات کا موقع ملا۔ جب بھی ملے کسی کتاب یا کسی حوالہ کی ضرورت کی۔ انہیں غلط فہمی تھی کہ شاید کتاب کے ساتھ میرا تعلق بھی انہی جیسا ہے۔ اس لئے اس مناسبت سے وہ مجھ پر خاص شفقت فرماتے۔ کتابوں اور حوالوں کے بارے میں بتاتے اور کبھی مجھ سے پوچھتے کہ فلاں حوالہ کہاں ملے گا۔ کتاب کے ساتھ تعلق سے مجھے انکار نہیں ہے۔ لیکن سچی بات ہے کہ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور ان جیسے گنے چنے دیگر کتاب دوستوں اور کتاب شناسوں کو دیکھتا ہوں تو کتاب کا نام لیتے ہوئے اور اس کے ساتھ تعلق کا اظہار کرتے ہوئے شرم سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ کئی بار اتفاق ہوا کہ کوئی ضروری حوالہ نہیں مل رہا اور ایک دو دوستوں سے دریافت کرنے پر بھی پتہ نہیں چلا مگر مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے پوچھا تو کسی تامل کے بغیر بتا دیا کہ فلاں کتاب میں ہے اور وہ کتاب فلاں عالم کے پاس ہے یا فلاں لائبریری میں موجود ہے۔

قیام پاکستان کے بعد جب قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے پاکستان کو قادیانی ریاست کا روپ دینے کی مہم شروع کی اور اس کے پہلے مرحلہ کے طور پر بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی باتیں مرزا بشیر الدین محمود کی زبان پر کھلم کھلا آنے لگیں تو مرد قلندر حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زیر قیادت پر مورچہ خود سنبھالنے کا فیصلہ کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے صف بندی کی اور اس کے لئے بڑی محنت کے ساتھ ٹیم تیار کی۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا خوبصورت انتخاب تھے۔ جنہوں نے اپنے اس عظیم رہنما سے نہ صرف ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے کی تربیت حاصل کی بلکہ قناعت، جفاکشی، سادگی اور جہد مسلسل کی صفات میں بھی ان سے پوری طرح کسب فیض کیا۔

میں بنیادی طور پر ایک کارکن ہوں اور میرے اس کرب کو کوئی کارکن ہی سمجھ سکتا ہے کہ کارکنوں کی کھیپ رفتہ

بقیہ صفحہ 33 پر

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ حیات و خدمات

بھاری بھر کم جسم، علم و عمل کا گہوارہ، معلومات کا عظیم ذخیرہ، اکابر کی روایات کے امین، چھوٹوں کو بڑا بنانے اور بڑوں کا احترام کرنے والے، ہر وقت کتابوں میں گھرے ہوئے یہ تھے مولانا عبدالرحیم اشعر۔ جنہیں آج رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہوئے ہاتھوں پر لرزہ اور قلم پر کپکپی طاری ہو رہی ہے۔ مولانا مرحوم سے ۱۹۷۶ء میں شناسائی ہوئی۔ جب بندہ نے دورہ حدیث شریف کے بعد دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں ردقادیانیت کورس میں داخلہ لیا۔ مولانا مرحوم سے اگرچہ پڑھنے کی سعادت تو نصیب نہ ہوسکی۔ کیونکہ کورس کے انچارج فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ تھے۔ مولانا محمد حیاتؒ مولانا اشعرؒ کے بھی استاذ تھے۔ بہرحال دفتر مرکزیہ میں رہائش کی وجہ سے مولانا مرحوم کی مجالس میں شرکت اور علم سے استفادہ کا بارہا موقع ملا۔

مرحوم جب خطاب کرتے تو اس طرح محسوس ہوتا کہ یہ علم کا سمندر ہے۔ جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں۔ ان کی تقریر معلومات کا خزانہ ہوتی۔ وہ اپنے خطاب میں جہاں قادیانیت پر نشتر زنی کرتے وہاں اکابرین کے حیرت انگیز واقعات سنا کر دل و دماغ کو مسحور کر دیتے۔

بندہ کورس سے فارغ ہوا تو رحیم یار خاں تقرری ہوئی۔ رحیم یار خاں روانگی سے قبل حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی۔ مولانا کافی دیر نصیحت آمیز گفتگو فرماتے رہے۔ اور فرمایا کہ یہ جماعت امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مشن کی وارث ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ کی چوکیدار ہے اور فرمایا کہ اس میں کام کرنا بڑی سعادت ہے۔

تین سال کے بعد بندہ کا تبادلہ بہاولپور ہوا۔ بہاولپور رمضان المبارک کی پہلی سولہ تاریخوں کو مجلس کی طرف سے جامع مسجد الصادق میں درس قرآن کا سلسلہ عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے۔ مولانا اس میں تشریف لاتے اور کئی کئی روز تک دفتر میں قیام رہتا اور درس دیتے جن کی سماعت سے بندہ کو بہت ہی علمی نفع ہوتا۔

عارف والا میں مرحوم عرصہ دراز تک خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ ایک مرتبہ آپ کا جمعہ کسی اور مقام دے دیا گیا تو مرحوم نے بندہ کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ بندہ بہاولپور سے عارف والا پہنچا تو مولانا پہلے تشریف لا چکے تھے۔ فرمایا کہ آپ وضو کر لیں میں اتنی دیر میں بیان کرتا ہوں۔ بندہ وضو سے فارغ ہوا تو مولانا خطاب فرما رہے تھے اور مجلس کے

شعبہ تبلیغ میں کام کرنے والے علماء کرام کی اہمیت بیان فرمار ہے تھے۔ فرمایا کہ اس محاذ پر تکوینی طور پر تقرری ہوتی ہے۔ اس کے بعد میرا بیان کرایا۔

مولانا مرحوم نے ملک عزیز کے چپہ چپہ پر ختم نبوت کا پیغام پہنچایا۔ صرف اندرون ملک ہی نہیں بیرون ملک بھی قادیانیت کا ناطقہ بند کیا۔ انڈونیشیا کے شیخ حسین پاکستان تشریف لائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے درخواست کی کہ انڈونیشیا میں قادیانی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ آپ ان کا تدارک فرمائیں تو حضرت بنوریؒ نے مولانا عبدالرحیم اشعر اور مولانا اللہ وسایا کو انڈونیشیا بھیجا۔ مذکورہ بالا حضرات ایک ماہ تک انڈونیشیا میں رہے۔ علماء کرام کو قادیانیت پر لیکچر دیتے تو شیخ مذکور نے نہ صرف حضرت بنوریؒ کا شکریہ ادا کیا بلکہ لکھا کہ ان حضرات نے ایک ماہ میں اتنا کام کیا جو سالوں میں نہیں کیا جا سکتا۔

کیپ ٹاؤن: افریقی ملک کیپ ٹاؤن میں لاہوری مرزائیوں نے مسلمانوں کے خلاف کیس کیا۔ وہاں کے مسلمانوں نے مجلس سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ حکومت اور رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے جو وفد بھیجا اس میں اور علماء کرام، وکلاء، ریٹائرڈ ججز کے علاوہ مولانا مرحوم بھی تھے۔ واپسی پر رابطہ عالم اسلامی نے سفر خرچ کے طور پر تمام شرکاء کو ہدیہ پیش کیا۔ حضرت مولانا مرحوم نے جماعتی دستور کے مطابق اس کی رسید کاٹ دی۔ حالانکہ مولانا ضرورت مند تھے۔ لیکن قوت لایموت پر اکتفا کرتے ہوئے اسے جماعت کے بیت المال میں جمع کرا دیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء: یوں تو مولانا مجلس کے بنیادی ارکان میں سے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حصہ لیا۔ تحریک میں گرفتاری بھی ہوئی۔ ۱۹۵۴ء میں شاہ جیؒ کے در دولت پر ملک بھر سے علماء کرام نے اجلاس میں شرکت کی۔ جس میں مجلس کی باقاعدہ تشکیل عمل میں آئی۔ مرحوم مولانا بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء: سانحہ چناب نگر (ربوہ) کے بعد ملک بھر میں قادیانیوں کے خلاف عظیم الشان تحریک شروع ہوئی۔ بات اسمبلی میں پہنچی۔ مجلس عمل کی طرف سے قادیانیوں کے محضرنامہ کے جواب میں ”ملت اسلامیہ کا موقف“ نامی کتاب مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے پڑھ کر سنائی۔ اس کتاب میں عقائد والے حصہ کی ترتیب حوالہ جات کی تصحیح وغیرہ میں مولانا عبدالرحیم اشعر بھی شامل تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء: امتناع قادیانیت ایکٹ ۱۹۸۴ء کے خلاف قادیانی وفاقی شرعی عدالت میں گئے۔ پچیس دن تک لاہور میں کیس کی سماعت ہوئی۔ وکلاء کی تیاری کرانے والے پینل میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

بھی شامل تھے۔

مجلس کی مرکزی لائبریری: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں قائم ختم نبوت لائبریری جس میں ردقادیانیت پر بہت بڑا علمی ذخیرہ ہے۔ اس لائبریری کے قیام اور اس میں کتابیں جمع کرنے میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا بنیادی کردار ہے۔ ردقادیانیت یا قادیانیت پر کہیں سے اگر دوورقہ پمفلٹ بھی ملا تو مولانا نے اسے جلد کرا کر محفوظ کردیا۔ بندہ کے ساتھ بہت محبت فرماتے۔ چار پانچ سال قبل مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی خدمت میں ان کے آبائی گاؤں حاضری ہوئی تو اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی بلکہ ایک خوشنویس سے لکھوائی ہوئی دو کاپیاں عنایت فرمائیں۔

خطبات ختم نبوت کی ترتیب: بندہ نے ۱۹۹۶ء میں خطبات ختم نبوت کی ترتیب کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا کی خدمت میں پہلی جلد پیش کی تو بہت خوش ہوئے اور قیمتی مشوروں سے بھی نوازا اور غالباً تیسری جلد میں تقریظ بھی لکھوائی اور فرمایا کہ کاش میں تندرست ہوتا تو آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کرتا۔ غرضیکہ جب تک تندرست رہے مسئلہ ختم نبوت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔

مولانا سے آخری ملاقات: ۲۷ مارچ ۲۰۰۳ء کو بندہ کی ڈیوٹی لگی کہ شجاع آباد تا جلالپور پیروالہ ۲۴ اپریل کو ملتان میں ہونے والی کانفرنس کے اشتہارات لگواؤں تو عنایت پور مولانا کے آبائی علاقہ میں بھی اشتہار لگوائے اور مولانا کی خدمت میں حاضری دی۔ مولانا مرحوم بندہ سے جماعتی رفقاء اور مبلغین کی خیر خیریت معلوم کرتے رہے۔ یہ بندہ کی آخری ملاقات تھی۔ بندہ اوکاڑہ کے تبلیغی دورہ پر تھا کہ روزنامہ اسلام میں مولانا کی وفات کی خبر پڑھی کہ ۲۲ مئی کو مولانا اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

پسماندگان میں بیوہ اور بچیوں کے علاوہ دو بیٹے چھوڑے ہیں۔ بڑے بیٹے مولانا عطاء الرحمن اشعر جامعہ قاسم العلوم ملتان کے فاضل اور آپ کے جانشین ہیں۔ چھوٹے بیٹے قاری ضیاء الرحمن مولانا کے بنائے ہوئے مدرسہ مطالب العلوم عنایت پور کے مدرس ہیں۔ اللہ پاک جامعہ مطالب العلوم اور جامع مسجد کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ مجلس کے کئی ایک مبلغین اور ملک بھر میں ہزاروں علماء کرام ان کے شاگرد ہیں جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم انہیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرما کر ان کے حسنات کو قبول فرمائے۔

☆......☆......☆

جنوبی افریقہ کی عدالت میں قادیانی مقدمہ ہار گئے

پاکستانی وفد کے رکن اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا انٹرویو

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ جنوبی افریقہ قادیانی مقدمہ میں اہل اسلام کی معاونت کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر روزنامہ جنگ کراچی کے ملتان میں نمائندہ جناب خان رضوانی نے آپ سے انٹرویو لیا۔ جو کراچی کے اخبار جہاں کی اشاعت ۱۰ تا ۱۶ دسمبر ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ انٹرویو لینے والے اور انٹرویو دینے والے دونوں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ تاہم ان کی یادوں کو دل میں بسانے والے کے لئے یہ معلومات افزا ہے۔ (ادارہ)

قادیانیوں کے لاہوری گروپ نے جنوبی افریقہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے اپنے لئے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جو ناکام رہی۔ عدالت نے ان کی درخواست خارج کر دی اور اس حکم امتناعی کی توثیق نہ کی جو عارضی طور پر جاری کیا گیا تھا۔ جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن میں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام نے سپریم کورٹ میں جنوبی افریقہ کے دینی راہنماؤں کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا اور اپنی درخواست میں الزام لگایا تھا کہ یہ راہنما جماعت احمدیہ کے ارکان کو غیر مسلم قرار دیتے ہیں۔ مسجدوں میں عبادت اور نماز کی ادائیگی سے روکتے ہیں اور اپنے قبرستانوں میں ہمارے مردوں کی تدفین کی اجازت نہیں دیتے۔ عدالت سے درخواست کی گئی تھی کہ مسلمانوں کو ان اقدامات سے روکا جائے۔ چنانچہ اس درخواست پر سپریم کورٹ نے چھ اگست تک عارضی حکم امتناعی جاری کر دیا تھا۔ لیکن بعد میں اس کی تاریخ میں ۹ ستمبر تک توسیع کر دی گئی تھی۔ مدعا علیہم اور جنوبی افریقہ میں دارالعلوم واٹر فال کے مہتمم مولانا مفتی محمد ابراہیم سنجالوی اور ڈربن کے ڈاکٹر حبیب الحق ندوی نے حلفی بیانات داخل کرا کے مرزائیت کی تاریخ، مرزا غلام احمد قادیانی کی اصلیت اور عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت اور تشریح بیان کی اور یہ واضح کیا کہ احمدیوں کے قادیانی اور لاہوری گروپوں کا ملت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

لاہوری مرزائیوں کے اس دعوے اور مقدمے کی بازگشت پاکستان میں بھی سنائی دینے لگی۔ جبکہ جنوبی

افریقہ کے مسلمانوں نے اس مقصد کے لئے پاکستان کے عمائدین اور اہم شخصیات اور دینی راہنماؤں سے رابطہ قائم کیا۔ اس مقدمے میں نو تمبر کی تاریخ اس لئے اہم تھی کہ اس روز حکم امتناعی کی توثیق اور عدم توثیق کا فیصلہ ہونا تھا اور اس پر مقدمے کی مزید کاروائی اور سماعت کا دارومدار بھی تھا۔ چنانچہ پاکستانی مسلمانوں کی طرف سے ایک وفد ترتیب دیا گیا جس نے جنوبی افریقہ کی عدالت میں جاکر مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت بھی کی اور عالم اسلام کا مؤقف بھی بیان کیا کہ قادیانی کیونکر کافر قرار دیئے گئے ہیں۔ پاکستان کا جو وفد ترتیب دیا گیا تھا وہ ریٹائرڈ جسٹس محمد افضل چیمہ پاکستان کے سابق اٹارنی جنرل حاجی غیاث محمد، شریعت کورٹ کے جج مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا ظفر احمد انصاری، سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ، انوار احمد قادری ایڈووکیٹ، مفتی زین العابدین اور مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ مولانا عبدالرحیم اشعر پر مشتمل تھا جبکہ مولانا ظفر احمد انصاری کے ساتھ ان کا ایک خادم بھی شریک سفر تھا۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ جنوبی افریقہ سے واپس ملتان پہنچے تو میں نے اس مقدمے کی روئیداد جاننے کے لئے ان سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں رابطہ قائم کیا۔ دفتر ہی میں ان سے ایک طویل نشست میں اس سلسلے میں گفتگو ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے بتایا کہ جنوبی افریقہ کے ایک تاجر نے مولانا احترام الحق تھانوی کے توسط سے کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اور کراچی کے ایک حاجی لال حسین سے ملاقات کی تھی جبکہ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں نے رابطہ عالم اسلامی سے بھی رابطہ قائم کیا اور پھر حکومت پاکستان نے بھی اس مقدمے میں بھرپور دلچسپی لی۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے جنوبی افریقہ سے روانگی سے قبل وفد کے ارکان سے ملاقات کی۔ ہمیں راولپنڈی بلایا گیا تھا اتفاق سے ان دنوں میں ملتان میں نہیں تھا۔ اس لئے اس اجلاس میں شریک نہیں ہوسکا تھا۔ حاجی لال حسین نے کراچی سے پیغام دے کر مجھے پہلے ہی پاسپورٹ بنوانے کے لئے کہہ دیا تھا اور میں نے اپنے سفر کے سلسلے میں ضروری کاغذات حاجی لال حسین کو بھجوا دیئے تھے۔ چنانچہ صدر مملکت کی طرف سے طلب کردہ اجلاس سے قبل میں جنوبی افریقہ جانے کے لئے تیار ہوچکا تھا۔ پیشتر ازیں اگرچہ اپنے طور پر مولانا احترام الحق تھانوی، یحییٰ بختیار اور مجھے (عبدالرحیم اشعرؒ) جنوبی افریقہ جانے کے لئے کہا گیا تھا۔ لیکن پھر حکومت پاکستان کی سرپرستی اور دلچسپی نے ہماری تمام مشکلات آسان کردیں۔ جنوبی افریقہ کے ساتھ پاکستان کے سفارتی تعلقات نہیں ہیں۔ چنانچہ صدر نے اجلاس میں اس کا اظہار کردیا تھا۔ لیکن جنوبی افریقہ کے مسلمانوں اور مولانا زین العابدین کی مساعی سے جنوبی افریقہ میں ویزے کا مسئلہ حل کرلیا گیا تھا۔ مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا تقی عثمانی پیشتر ازیں بھی کئی بار جنوبی افریقہ کے

تبلیغی دورے کر چکے تھے۔ پھر دار العلوم واٹر فال کے مہتمم مولانا ابراہیم سنجالوی سے ان کا رابطہ قائم تھا۔ کراچی میں حاجی لال حسین کے علاوہ طارق نذیر بھی جنوبی افریقہ میں قادیانیوں کے مقدمے میں پاکستان سے وفد بھیجنے کے سلسلے میں پیش پیش تھے اور اس وقت یہ خیال نہیں تھا کہ حکومت پاکستان ہمیں تمام سہولتیں فراہم کرے گی۔ لیکن صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کی ذاتی دلچسپی اور حکومت پاکستان کی اعانت نے ہمارے سفر کے مسائل کو حل کر دیا۔

اسلام آباد میں وزارت قانون کے پاس اس دعوے کی نقل موصول ہو چکی تھی جو قادیانیوں نے کیپ ٹاؤن کی عدالت میں دائر کیا تھا۔ چنانچہ ہمارے وفد کے ارکان نے اس کا جواب تیار کر لیا تھا اور مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ عدالت میں ریفرنس کے طور پر پیش کرنے کے لئے رد قادیانیت سے متعلق تمام کتابیں ساتھ لے کر جاؤں۔ صدر مملکت نے وفد کے ارکان کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ قادیانیوں کے اس مقدمے کا بھرپور دفاع ہونا چاہئے اور اس سلسلے میں ہمیں جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی پوری مدد کرنی چاہئے۔ چنانچہ ہم نے پاکستان ہی میں مقدمے کے دفاع کے لئے قانونی حوالے اکٹھے کر لئے تھے۔ اس سلسلے میں ریاض الحسن گیلانی صاحب اور حاجی غیاث محمد صاحب سابق اٹارنی جنرل نے کافی محنت کی۔ انہوں نے لاہور میں مجھے بھی بلوایا تھا اور رات گئے تک مقدمے کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ یہاں یہ بات بھی بتا دوں کہ جب باقاعدہ وفد کی تشکیل کا اعلان ہوا تو مولانا احترام الحق تھانوی نے وفد کے دو ارکان کے بارے میں یہ بیان دیا کہ وہ قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا ظفر احمد انصاری کی طرف سے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے فتوے اور دستاویز پر دستخط موجود ہیں اور غیاث محمد تو مفتی محمد حسنؒ کے مرید ہیں۔

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے بتایا کہ مولانا ظفر احمد انصاری کی قیادت میں ہمارا وفد ۵ ستمبر کو روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل ہمارے وفد کے ارکان نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ ہماری پہلی منزل نیروبی تھا۔ جہاں پاکستان کے سفیر اور سفارت خانے کے عملے کے دیگر افراد نے ہمیں ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی۔ نیروبی سے ٹیلیفون کے ذریعے جنوبی افریقہ کے مسلمان قائدین سے رابطہ قائم کیا گیا اور ان سے ویزے کے اہتمام کے سلسلے میں بات ہوئی تو انہوں نے وفد کے ارکان کے ویزوں کا فوری طور پر بندوبست کیا اور ہمیں بتایا کہ جنوبی افریقہ کے شمالی شہر جوہنس برگ کے ہوائی اڈے پر ویزے فراہم کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ ہم نیروبی سے ایک ہزار میل کی فضائی مسافت طے کر کے شام کے وقت پہنچ گئے تھے۔ جنوبی افریقہ میں تبلیغ اسلام کے ایک اہم مرکز دار العلوم واٹر فال کے مہتمم مولانا محمد ابراہیم سنجالوی اور وہاں کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہوائی اڈے پر ہمارے استقبال کے لئے موجود تھی اور ہمیں وہاں کے مسلمان

کاروں کے جلوس کے ساتھ دارالعلوم واٹرفال لے گئے۔ رات کو ہمارا قیام اس دینی درس گاہ میں رہا۔ جوہنس برگ ہی کے ایک مسلمان ایڈووکیٹ تقی اسماعیل محمد بھی قادیانیوں کے مقدمے میں مسلمانوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ چنانچہ آٹھ ستمبر کو صبح جوہنس برگ سے جنوبی افریقہ کے جنوبی شہر کیپ ٹاؤن کے لئے روانہ ہوئے۔ اور ایک ہزار میل کی فضائی مسافت کے بعد ہم دوپہر کو کیپ ٹاؤن میں موجود تھے۔ جوہنس برگ سے چھ سات مقامی مسلم راہنما بھی ہمارے ساتھ روانہ ہوئے تھے اور ان میں اسماعیل محمد ایڈووکیٹ بھی شامل تھے۔ جو وہاں کے ایک ذہین اور قابل وکلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا تقی عثمانی، ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ، ریٹائرڈ جسٹس محمد افضل چیمہ اور سابق اٹارنی جنرل حاجی غیاث محمد کیپ ٹاؤن پہنچتے ہی مقدمے کے سلسلے میں نکات کو آخری شکل دینے میں مصروف ہوگئے۔ اسماعیل محمد ایڈووکیٹ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور رات گئے تک صلاح مشورہ ہوتا رہا صبح وہاں کے مسلمان کاروں کے جلوس کی شکل میں ہمیں عدالت میں لے گئے۔ جبکہ ہمارے استقبال کے سلسلے میں کیپ ٹاؤن کے مسلمانوں نے خاصے جوش وخروش کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس دوران وہاں کے اخبارات نے بھی خبریں شائع کرنا شروع کردیں کہ پاکستان کے علماء اور قانونی ماہرین کا ایک وفد عدالتی کارروائی میں حصہ لینے کے لئے جنوبی افریقہ پہنچ گیا ہے۔

مولانا عبدالرحیم اشعر نے جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کے دینی جوش وجذبے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ صبح جب ہم عدالت کی طرف روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ لاتعداد مسلمان عدالت کے احاطے میں پہنچ چکے تھے۔ کیپ ٹاؤن میں مسلمانوں کی آبادی چھبیس ہزار ہے جبکہ قادیانیوں کی تعداد دوسو کے لگ بھگ ہے۔ عدالت کی سربراہ وہاں کی ایک عیسائی خاتون جج تھی جس کی عمر پچاس سال سے زائد تھی۔ ۹ ستمبر کو ساڑھے نو بجے مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی۔ مسلمانوں کی بھاری تعداد کے مقابلے میں چونکہ عدالت کا کمرہ ناکافی تھا۔ اس لئے عدالت کی خاتون جج نے سماعت سے قبل مقدمے کی باقاعدہ سماعت قریب واقع ایک بڑے ہال میں شروع کی۔ وہاں عدالت میں ہمارے وفد کے ارکان کے لئے الگ نشستوں کا اہتمام کیا گیا۔ ریٹائرڈ جسٹس محمد افضل چیمہ اور حاجی غیاث محمد کو عدالت کے سامنے آگے جگہ دی گئی تھی۔ جبکہ ایک طرف پریس گیلری کا اہتمام بھی تھا۔ عدالت کا یہ ہال کھچا کھچ بھر چکا تھا اور اس کی سماعت میں وہاں کے مسلمانوں کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ بہت سی خواتین اپنے شیرخوار بچوں کو گود میں اٹھائے عدالت میں موجود تھیں۔ اس ہال میں اوپر سامعین کے لئے ایک وسیع گیلری بھی موجود تھی۔ دو دن تک عدالتی سماعت کے دوران سینکڑوں افراد مرد وخواتین صبح سے شام تک پورے انہماک اور انتہائی صبر اور استقلال کے ساتھ مقدمے کی کارروائی سنتی رہیں۔ قادیانیوں نے دو یہودی وکلاء کی خدمات حاصل کی تھیں اور ان کی معاونت کے لئے ایک قادیانی وکیل بھی

موجود تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے اصل وکیل اسماعیل محمد تھے۔

سماعت کے پہلے روز قادیانیوں کے وکیل مسٹر ینگ نے عارضی حکم امتناعی کی۔ توثیق کے لئے درخواست پیش کرنے کی بجائے ایک شخص مسٹر پیک کی طرف سے درخواست پیش کی کہ مسٹر پیک کو بھی اس مقدمے میں فریق بنایا جائے۔ اس درخواست کا مقصد اس قانونی سقم کو دور کرنا تھا جو انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کی طرف سے دائر کردہ مقدمے میں موجود تھا۔ مقدمے میں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام مدعی کی حیثیت رکھتی تھی۔ جبکہ اس مقدمے میں قانونی شخص (لیگل پرسن) کی موجودگی ضروری تھی۔ کیونکہ انجمن نہ تو ہتک عزت کی دعویدار بن سکتی تھی۔ چنانچہ مسٹر پیک کو ایک حقیقی شخص کی حیثیت سے مقدمے میں فریق بنانے کی کوشش کی گئی تاکہ اگر اس قانونی سقم کی بنیاد پر ان کا مقدمہ خارج ہونے کا امکان ہو تو مسٹر پیک فریق مقدمے کی حیثیت سے موجود ہو اور اس طرح مقدمہ خارج نہ ہو سکے۔ لیکن مسلمانوں کے وکیل نے اس درخواست کو قابل اعتراض قرار دیا اور نئے شخص کو فریق مقدمہ بنانے کی کارروائی کو انصاف کے منافی قرار دیا اور کہا کہ اس مقدمے میں ایک فریق انجمن ہے اور اس کی درخواست پر تمام کاروائی عمل میں لائی جارہی ہے اور اس درخواست کے مطابق ہی ہم نے جواب دعویٰ تیار کیا۔ چنانچہ عدالت نے پیک کی یہ درخواست مسترد کردی پھر پیک نے قادیانیوں کی وکالت کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی مسلمان ہیں۔ وہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔ کسی شخص کو انہیں کافر کہنے یا مسجدوں میں ان کے داخلے اور قبرستانوں میں ان کی تدفین روکنے کا حق حاصل نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر کیپ ٹاؤن کے مسلمانوں کو ہمیں کافر کہنے سے منع نہ کیا گیا تو ہمارے گھر برباد ہو جائیں گے اور قادیانیوں اور غیر قادیانیوں کے درمیان نکاح کے رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ لیکن عدالت کی خاتون جج نے کہا کہ میرے لئے فی الحال یہ فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ قادیانی مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ اس وقت اصل سوال یہ ہے کہ آپ حکم امتناعی کے حقدار ہیں یا نہیں۔ ایک طرف تو آپ خود کہتے ہیں کہ مسلمان آپ کو سالہا سال سے غیر مسلم سمجھتے ہیں اور اپنے قبرستانوں میں تدفین کی اجازت نہیں دیتے تو پھر اب کون سی ہنگامی ضرورت پیش آ گئی ہے کہ آپ نے حکم امتناعی کی درخواست دے دی ہے۔

شام کو عدالتی وقت کے اختتام سے پندرہ منٹ قبل اسماعیل محمد ایڈووکیٹ کو جواب دعویٰ داخل کرنے اور دلائل پیش کرنے کی ہدایت دی گئی۔ انہوں نے اپنے دلائل تحریری شکل میں عدالت کے سپرد کئے اور اپنے نکات کا خلاصہ بیان کیا۔ اگلے دن اسماعیل محمد نے اپنے دلائل کا آغاز کیا۔ انہوں نے مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت، باقی انبیاء کرام سے نبوت میں اعلیٰ وارفع ہونے اور حضور رسول اکرم ﷺ کی روحانیت کو نامکمل اور اپنے روحانیت کو کامل قرار

دینے کے دعوؤں کا ذکر کیا اور کہا کہ مسلمانوں کے حلفی بیانات میں مرزا قادیانی کی کتابوں سے مستند اقتباسات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی شان میں بڑھ کر بتایا اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی اور اپنے آپ کو (معاذ اللہ) رسول اکرم ﷺ کا بروز ثانی اور ہمسر و مظہر قرار دیا۔ پھر ان حلفی بیانات میں قرآن و احادیث اور اسلامی علوم کے ماہرین کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویدار مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کے برعکس قادیانیوں کے بیان حلفی میں ان کے مسلمان ہونے کی کوئی دلیل بیان نہیں کی گئی۔ اس لئے بادی النظر میں مقدمہ ہرگز ان کے حق میں نہیں ہوسکتا۔ جبکہ درخواست گزار کو حکم امتناعی کا استحقاق صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ بادی النظر میں مقدمہ اس کے حق میں ہو۔ مسٹر اسماعیل محمد نے مزید کہا کہ دنیا بھر کے مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ لیکن پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ نے انہیں صفائی کا پورا موقع فراہم کرنے کے بعد متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں پاکستان کے دستور میں باقاعدہ ترمیم کی گئی۔ علاوہ ازیں عالم اسلام کی ایک سو چالیس تنظیموں پر مشتمل رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس نے بھی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس طرح جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی قادیانیوں کو غیر مسلم تصور کرتے ہیں۔ احمدیہ انجمن لاہوری شاخ انجمن اشاعت اسلام نے یہاں مقدمہ دائر کیا ہے جبکہ اس کی اصل انجمن نے پاکستان کی کسی عدالت میں ایسا کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا۔ حالانکہ پاکستان کے دستور کے مطابق وہاں قادیانی مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن ہونے کا حق نہیں رکھتے۔ مسٹر اسماعیل محمد نے یہ بھی کہا کہ مقدمہ کسی شخص کی طرف سے نہیں بلکہ ایک انجمن کی طرف سے دائر کیا گیا۔ لیکن انجمن نہ تو مسجد میں داخل ہوسکتی ہے۔ نہ قبرستانوں میں اس کی تدفین ممکن ہے۔ اگر یہ انجمن زمین میں دفن ہوسکتی تو ہم بہت خوش ہوتے۔ مگر کیا کریں کہ قبرستانوں میں دفن ہونے کے لئے انسان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے سرے سے یہ درخواست ناقابل سماعت ہے پھر قادیانیوں کے وکیل مسٹر پیک اپنے مقدمے کی اس کمزوری سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انجمن کی طرف سے یہ درخواست قانونی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس وجہ سے انہوں نے مسٹر پیک کو فریق بنانے کی کوشش کی تھی۔ مسٹر اسماعیل محمد نے مزید کہا کہ کیپ ٹاؤن میں مسلمانوں کی تعداد چھبیس ہزار ہے اور یہاں قادیانیوں کی تعداد دو اڑھائی سو سے زائد نہیں۔ ان حالات میں اگر حکم امتناعی کی توثیق کی گئی اور مسلمانوں کو اس امر کا پابند کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے انہیں اپنے قبرستانوں میں دفن ہونے یا مساجد میں داخل ہونے کی اجازت دیں تو ان کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ نے مقدمے کی سماعت کی مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا کہ سماعت کے دوسرے روز جمعہ تھا۔ بارہ بجے کے قریب عدالت نے اپنی کاروائی دو گھنٹے کیلئے ملتوی کردی اور جب دوبارہ سماعت شروع ہوئی تو قادیانیوں کے وکیل مسٹر پیپ نے اسماعیل محمد کے دلائل کا جواب دینے کی کوشش کی تاہم عدالت کی فاضل جج نے شام چار بجے اپنا فیصلہ سنادیا اور قادیانیوں کی درخواست پر جاری کردہ عارضی حکم امتناعی واپس لے لیا اور اس کی توثیق نہ کی بلکہ عدالت نے مقدمے کے اخراجات کی ادائیگی کے لئے بھی انجمن اشاعت اسلام و پابند بنادیا جب مسلمانوں نے عدالت کا فیصلہ سنا تو مسلمانوں میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور وہ ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ کیپ ٹاؤن کے شیخ عظیم نے اس موقع پر اسماعیل محمد ایڈووکیٹ کی درخواست پر دعائے شکرانہ ادا کرائی۔ مقدمے کے فیصلے کے نتیجے میں اپنی کامیابی پر جنوبی افریقہ کے مسلمان اس قدر خوش تھے کہ ہمارے ہاتھ چومتے تھے۔ پہلے پہل جنوبی افریقہ کے مسلمانوں نے مانچسٹر سے علامہ خالد محمود کو کیپ ٹاؤن بلوایا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی آمد سے اسماعیل محمد ایڈووکیٹ کو اپنے دلائل مرتب کرنے میں کافی مدد ملے گی تاہم جب پاکستان سے ایک وفد وہاں پہنچا تو وہاں کے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ کیونکہ وہاں کے مسلمان پاکستان سے کافی دور ہونے کے باوجود بھی اپنی مشکلات کے وقت پاکستان کی طرف دیکھتے ہیں۔ چنانچہ وہاں کے مسلمان کہتے تھے کہ آپ دور ہونے کے باوجود بھی ہمارے قریب ہیں۔

مولانا عبدالرحیم اشعر بتاتے ہیں کہ وفد کے ارکان نے جمعہ کی نماز کیپ ٹاؤن کی جامع مسجد میں ادا کی۔ جسٹس افضل چیمہ نے اس موقع پر مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب بھی کیا۔ کیپ ٹاؤن کے مسلمانوں کی تمام تنظیموں کے نمائندے اور عہدیدار موجود تھے اور انہوں نے ہمارے اعزاز میں نہایت ہی پرتکلف عصرانے کا اہتمام کیا تھا وہ بڑی محبت سے پیش آرہے تھے۔ ہم مقدمے کے فیصلے کے بعد مزید چوبیس گھنٹے کیپ ٹاؤن میں مقیم رہے۔ اس دوران وہاں کے مسلمان ہمیں بڑھ چڑھ کر دعوتیں دینے کی کوشش کرتے رہے۔ وہاں محمد موسیٰ صاحب ہمارے میزبان تھے۔ اب تک وفد کے ارکان نے مسلسل سفر اور مقدمے کے نکات کی تیاری کے باعث آرام نہیں کیا تھا۔ تو ہم اب انہیں کچھ ستانے کا موقع ملا۔ ہمارے میزبانوں نے بہت کم وقت ہونے کے باوجود کیپ ٹاؤن کی سیر کرائی اور بحیرہ اوقیانوس کا منظر بھی دکھایا۔ ہم گیارہ ستمبر کی شام کیپ ٹاؤن سے واپس جوہانسبرگ آئے۔ وہاں دارالعلوم واٹرفال میں پانچ روز قیام رہا جب کہ مولانا ظفر احمد انصاری، ریاض الحسین گیلانی، حاجی غیاث محمد، انوار احمد قادری اور مولانا ظفر احمد انصاری کا خادم عبدالمجید 12 ستمبر کی شام جوہانسبرگ سے نیروبی چلے آئے تھے۔ مولانا مفتی

زین العابدین تبلیغی دورے پر نیوکاسل ڈربن اور آزادویل گئے۔ جبکہ مولانا تقی عثمانی کی وہاں نجی مصروفیات تھیں تاہم میں دارالعلوم واٹرفال میں ہی قیام پذیر رہا اور ان پانچ ایام میں قادیانیوں کے بارے میں اپنی کتابوں سے نقول اور حوالے جمع کر کے دارالعلوم واٹرفال کے سپرد کئے تاکہ دارالعلوم واٹرفال جنوبی افریقہ میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کا مؤثر سدباب کر سکے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ مفتی زین العابدین اور مولانا تقی عثمانی پانچ روز بعد جوہنس برگ سے نیروبی پہنچے اور وہاں سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سعودی عرب چلے گئے اور پھر فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد وطن واپس لوٹے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے کیپ ٹاؤن میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان تنازعہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہاں قادیانیوں نے اخبارات میں اشتہار شائع کیا تھا کہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جارہا ہے۔ مسلمانوں سے اسلام کے نام پر اس مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ دینے کی اپیل کی گئی تھی۔ قادیانیوں کی اس حرکت پر وہاں کے مسلمانوں نے غم وغصہ کا اظہار کیا اور احتجاج کیا کہ قادیانی نہ تو مسجد تعمیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسلام کے نام پر مسجد کے لئے چندہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ کے حوالے بھی دیئے جنہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کے اس احتجاج سے برافروختہ ہو کر قادیانیوں نے وہاں کی تنظیموں کے عہدیداروں کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا اور عارضی حکم امتناعی بھی حاصل کر لیا تھا۔ اس مقدمے کی آڑ میں قادیانی جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ سے اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ان کی یہ کوشش اور سازش ناکام ہوگئی۔

کیونکہ جنوبی افریقہ کے مسلمان بے حد دیندار اور دینی معاملات میں بہت حساس ہیں۔ وہ مذہب سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ وہاں آزادویل نامی ایسا گاؤں بھی ہے جس کی تمام آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کوئی ایسا مسلمان نہیں جو باقاعدگی سے نماز ادا نہ کرتا ہو۔ نماز کے وقت مسجد کے باہر کاروں کی لمبی قطاریں بن جاتی ہیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ افریقی ممالک میں لوگ تیزی سے اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ جنوبی افریقہ کی حکومت کی نسلی امتیاز کی پالیسی کے باعث وہاں کی اصل آبادی جو کالے لوگوں پر مشتمل ہے۔ اسلام کو راہ نجات تصور کرتی ہے۔ چنانچہ وہاں تبلیغ اسلام کے حوصلہ افزا نتائج سامنے آرہے ہیں اور کالے لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں تبلیغی جماعتیں کام کر رہی ہیں اور اسلام سے افریقی آبادی کی رغبت انہی کی کوششوں کا ثمر ہے۔

☆ ☆ ☆

جناب ظہیر میر

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے ایک ملاقات

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اپنے استاذ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر صاحبؒ کے وصال کے بعد انہیں کی طرح شیرانوالہ گیٹ لاہور میں دورہ حدیث کے طلباء کو ردقادیانیت پر تیاری کرانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اس موقعہ پر خدام الدین لاہور کے ادارہ تحریر کے رکن جناب ظہیر میر صاحب نے آپ سے ایک انٹرویو لیا جو خدام الدین لاہور کی اشاعت ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء ص ۱۵ تا ۱۷ پر شائع ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی وفات پر وہ بھی پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں دورۂ تفسیر کی کلاس حسب معمول جاری ہے اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اختتام کو پہنچنے والی ہے۔ حضرت لاہوریؒ کے دور ہی سے اس کلاس کے شرکاء کو مختلف موضوعات پر لیکچر دینے کے لئے جید علماء کرام تشریف لاتے ہیں۔ اس دور میں حضرت مولانا لال حسین اختر صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ تشریف لایا کرتے تھے۔ آج کل بھی مختلف موضوعات پر لیکچر دینے کے لئے ملک کے نامور جید علماء کرام تشریف لاتے ہیں۔ کلاس کے شروع میں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ تشریف لائے اور مختلف موضوعات سے متعلق سیر حاصل لیکچر دیئے۔ ان کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر تشریف لائے۔ بندہ نے محترم حاجی بشیر صاحب کی معیت میں ان سے ملاقات کی۔ ملاقات میں حضرت لاہوریؒ کے حوالے سے کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں جو قارئین کے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔ اس تحریر میں ان کا مختصر سا انٹرویو شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ کرے ان کے خلوص سے فرمائے ہوئے ارشادات ہمارے سب کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ بنیں۔ آمین!

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر انتہائی سادہ مزاج اور طبیعت کے بڑے کھلے ڈھلے انسان ہیں۔ عاجزی اور انکساری کا مرقع اور نہایت پرکشش شخصیت ہیں۔ جو محسوس کرتے ہیں کھلے دل سے اس کا اظہار بھی فرماتے ہیں۔ فتنہ مرزائیت پر مولانا موصوف کو خاصا ملکہ حاصل ہے اور آج کل تحفظ ختم نبوت ملتان کے دفتر میں مرکزی ناظم تبلیغ اور کتب خانے کے انچارج کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شیرانوالہ سے روانگی سے کچھ دیر پہلے یہ

انٹرویو حاصل کیا گیا۔ وقت کی قلت کی وجہ سے تفصیلی بات چیت نہ ہوسکی۔ بہر حال جو کچھ حاصل ہوا وہ غنیمت ہے۔

سوال: حضرت اپنی تاریخ پیدائش اور ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے۔

جواب: حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں ۲۵ مئی ۱۹۲۴ء کو ملتان کے قریب عنایت پور بھٹیاں نامی گاؤں میں پیدا ہوا۔ والد صاحب کاشتکاری کیا کرتے تھے اور دادا مرحوم بھی کاشتکاری کے ذریعہ اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ البتہ دادا جان عالم دین تھے اور اپنے روزگار کے ساتھ ساتھ دین کی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔

میں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ میں ہی حاصل کی۔ ۱۹۴۳ء تک میں مدرسہ حسین آگاہی میں داخل ہوا۔ پھر ۱۹۴۳ء کو مولانا محمد علی جالندھریؒ کے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں مدرسہ خیر المدارس سے موقوف علیہ کیا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کا مجھ پر بڑا اعتماد تھا اور میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے فرائض انجام دیتا رہا۔ ۱۹۴۹ء میں تعلیم سے فارغ ہوا۔ گھر میں مدرسہ قائم کیا۔ لیکن گھریلو مالی پریشانیاں بڑھتی چلی گئیں۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ سے عرض کیا تو ملتان میں ایک مدرسہ میں چالیس روپے ماہوار مشاہرہ پر تقرر ہوا۔ حضرت شاہ جیؒ سے ہمارے سب گھر والوں کا شروع سے ہی تعلق تھا اور ان سے قلبی عقیدت تھی۔

سوال: آپ اس خاص میدان (ختم نبوت) میں کب اور کیسے آئے؟

جواب: میں نے جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ چونکہ حضرت شاہ صاحبؒ سے تعلق تھا تو ان کے کہنے پر ۱۹۴۹ء میں ہم پانچ آدمیوں مولانا محمد لقمان علی پوریؒ صاحب' مولانا عبداللطیف صاحب' مولانا غلام محمد صاحب' مولانا قائم الدین صاحبؒ اور مجھ (عبدالرحیم اشعرؒ) کو مولانا محمد حیات صاحبؒ کے سپرد کیا۔ یہاں سے میرا تقرر فیصل آباد میں ہوا اور اس طرح میں نے فتنہ مرزائیت کے خلاف باقاعدہ آغاز کردیا۔

سوال: اس سلسلہ میں کبھی جیل بھی جانا پڑا؟۔

جواب: ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت تحریک میں ۱۸ مارچ کو گرفتاری ہوئی اور تین مہینے تک جیل میں رہا۔

سوال: حضرت لاہوریؒ سے کب اور کیسے تعلق ہوا۔

جواب: جیل میں ہی حضرت لاہوریؒ سے تعلق پیدا ہوا۔ ویسے تو پہلے ہی بہت تعلق تھا۔ لیکن جیل میں باقاعدہ شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت لاہوریؒ نے ۲۵ معریٰ قرآن مجید منگوائے اور درس قرآن شروع فرمایا۔ اس درس میں ۳۵ کے قریب جید علمائے کرام اور تقریباً ۲۰۰ افراد شریک ہوتے تھے۔ علمائے کرام میں مولانا محمد حیات صاحبؒ' مولانا محمد شریف جالندھریؒ' سائیں محمد حیات صاحبؒ' مولانا قائم الدین صاحبؒ' مولانا احمد سعید صاحبؒ

مولانا محمد علی جالندھری صاحبؒ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی صاحبؒ وغیرہ بھی درس قرآن میں شرکت کیا کرتے تھے۔حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے کہنے پر حضرت لاہوریؒ نے مجھے بیعت بھی فرمایا۔اسی دوران زہرخورانی کا واقعہ پیش آیا۔چار آدمی ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں منتقل ہوگئے۔حضرت لاہوریؒ کے جیل سے منتقل ہونے پر لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ہم سنٹرل جیل میں تھے اور حضرت لاہوریؒ کو بوسٹر جیل میں منتقل کردیا گیا۔اس کے بعد مجھے بوسٹر جیل لاہور میں لایا گیا اور یہاں لاکر چھوڑ دیا گیا۔حضرت لاہوریؒ کے خط لکھنے پر حاجی دین محمد صاحبؒ کے ہاں قیام ہوا۔حکیم عبدالمجید سیفی صاحبؒ کے ہاں رہائش ہوئی۔وہ مقدمے میں انکوائری کے کام میں مدد کیا کرتے تھے۔۱۰ مہینے تک انکوائری ہوتی رہی۔عصر کے وقت روزانہ حضرت لاہوریؒ سے ملاقات ہوتی۔جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ مجھے حضرت شاہ صاحبؒ کے کہنے پر حضرت لاہوریؒ نے مسجد شیرانوالہ میں حوض کے سامنے والے حجرے میں بیعت فرمایا۔

سوال:اس کے بعد بھی حضرت لاہوریؒ سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا؟۔

جواب:جی ہاں!حضرت لاہوریؒ جب کراچی تشریف لاتے تو کراچی اور کھڈہ میں بھی حضرت لاہوریؒ سے ملاقات ہوتی رہتی اور یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا۔حضرت لاہوریؒ کے انتقال کی خبر میں نے اپنے گاؤں میں ہی سنی اور یہ خبر انتقال کے تیسرے دن پہنچی۔

سوال:حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد آپ نے تجدید بیعت کی؟۔

جواب:نہیں۔ویسے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی سے تعلق رہتا ہے اور اکثر دین پور جانا رہتا ہے۔

سوال:یہاں (شیرانوالہ) کے بارے میں کوئی تجاویز مشورہ یا حکم۔

جواب:ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ مرکز ہمیشہ آباد رہے۔یہاں سے دین مبین کی تعلیم کے چشمے پھوٹتے رہیں۔مرکز مضبوط ہونے سے ہم سب کا فائدہ ہے۔ہم اس در کے خادم ہیں۔ہمیں سب کو مل کر اس مرکز کی بہتری کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے۔اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت باکرامت رکھے۔

سوال:حضرت لاہوریؒ سے متعلق کوئی واقعات یاد ہوں تو ارشاد فرمایئے۔

جواب:واقعات تو ڈھیروں ہیں۔لیکن وقت بہت کم ہے۔میں نے ابھی جانا ہے۔چند ایک واقعات عرض کئے دیتا ہوں۔

☆......ایک دفعہ چوکیرہ ضلع سرگودھا میں کلیار ہوٹل والوں کے ہاں دعوت تھی۔ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ تمام لوگوں نے دعوت کھائی۔ لیکن حضرت لاہوریؒ نے وہ کھانا کھایا جو اپنے ساتھ لائے تھے۔ وہ کبھی کسی کے ہاں کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ مگر الا ماشاء اللہ!

☆......ایک دفعہ گفتگو کرتے ہوئے حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ شاہ جیؒ نے اپنے آپ کو ہنسی مذاق میں چھپا رکھا ہے۔ ورنہ یہ بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔

☆......ایک دفعہ میں نے شیرانوالہ مسجد لاہور میں نماز جمعہ پڑھی۔ حضرت لاہوریؒ جمعہ کی تقریر فرمارہے تھے۔ میرے دل میں اچانک خیال آیا کہ حضرت کو یہاں دین کی خدمت کرتے ہوئے تقریباً چالیس سال تو گزر ہی گئے ہیں۔ میرے دل میں اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ مجھے یہاں دین کی خدمت کرتے ہوئے چوالیس سال گزر گئے ہیں۔

☆......حضرت لاہوریؒ وقت کے تخت پابند تھے۔ ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں اصحاب کہف کے نام گنوار ہے تھے۔ ابھی دو نام ہی گنوائے تھے کہ وقت ختم ہونے پر فوراً خطبہ جمعہ ختم کر دیا۔

☆......ایک دفعہ مجھے کسی نے بھڑکایا کہ دین کے لئے جو لوگ آپ کی خدمت کرتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں خط لکھا۔ کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا مقصد دین ہونا چاہئے اور اس کی خدمت میں کوئی مدد کرے تو قبول کرلو۔ چنانچہ اس کے بعد دل کو ایسا اطمینان نصیب ہوا ہے کہ اب تنگی کے باوجود بھی کبھی پریشانی نہیں ہوئی۔

☆......ایک دفعہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ وہ بناوٹی لوگوں میں سے نہیں تھے۔ ان کا اندر اور باہر ایک تھا۔ ہمارے ہاں تشریف لاتے اور فرماتے کہ میں درس دوں گا۔ یہاں درس میں وقت کی پابندی کا بڑا خیال ہوتا تھا۔ لیکن جب حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ درس دیتے تو حضرت لاہوریؒ فرماتے کہ آج وقت کی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

☆......حکیم عبدالمجید سیفی صاحب جن کا اوپر تذکرہ ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت لاہوریؒ تیسرے دن ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور ساتھیوں سے کہا کہ ان کے لواحقین کو کہہ دینا کہ عبدالمجید سیفی صاحبؒ بہت اچھی حالت میں ہیں۔

☆......☆......☆

قاری سید محمد شاہ نقشبندی

آہ! یادگار اسلاف مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی چل دیئے

آہ! حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ مولانا قافلہ بخاریؒ کے رکن رکین تھے۔ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر تھے، فتنہ قادیانیت کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینکنے کا عزم لیکر اٹھے تھے۔ اس میں کامیاب و کامران ہو گئے۔ اس فتنہ کے خلاف تحریکیں چلیں تو صف اول کے قائدین میں سے تھے۔ قید و بندکی صعوبتوں سے بھی گزرے۔ مگر مدنی کریم ﷺ کے سچے عاشق تھے۔ اپنی دھن کے پکے تھے۔ دم آخریں تک قادیانیت کا محاسبہ جاری رکھا۔ نام و نمود سے کوسوں دور رہ کر عمل کے دھنی تھے۔

مبلغین کے استاد، دفتر کی رونق، محفل کی برکت تھے۔ ان کا حسین و جمیل سراپا یاد آ رہا ہے۔ 22-10-1985 کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اوڑ پکھل کی طرف سے راقم خود ملتان حاضر ہوا۔ عالی مرتبت مولانا عزیز الرحمن جالندھری سے ملاقات ہوئی۔ اخلاق نبوی کا پیکر مولانا عزیز الرحمن جالندھری تو دل میں گھر کر گئے۔ سفر کا مقصد بتایا کہ ہم علاقہ اوڑ پکھل میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور مولانا نذیر احمد بلوچ کو نامزد کیا۔

مولانا اشعرؒ وقت مقررہ پر تشریف لائے۔ پانچ پروگرام تھے۔ ایک سے ایک پروگرام بڑھ کر تھا۔ خاکی، ملک پور، بازی میرا، روڑیا پڑھنہ، مانسہرہ، نیومراد پور کے پروگرام یاد تھے۔ مولانا اشعر جس فصاحت و بلاغت کے ساتھ بولے یقیناً ایسا بولنا انہیں کو بجتا تھا۔ بازی میرا میں ان کا استقبال قبائلی رسم کے مطابق فائرنگ کر کے خوشی کا اظہار کیا گیا تو بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔ لوگ سراپا اشتیاق تھے۔ پروانوں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔

چار پانچ دن علاقہ اوڑ پکھل مانسہرہ میں رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ارکان ضلع بھر سے جمع ہو گئے تھے۔ مولانا سید منظور احمد شاہ آسی مرحوم بھی واقعات پر واقعات سنائے جا رہے تھے۔ ہم چاہ رہے تھے کہ مولانا اشعر مرحوم کو موقعہ ملے مگر کہاں مولانا آسی مرحوم موقعہ دینے والے تھے۔ ان پروگراموں میں مشہور مبلغ مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب مرحوم بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی بڑے ہی حسین انداز میں آقائے دوجہاں ﷺ کی محبت پر خطبے دیئے۔ ان پروگراموں میں محتاط اندازے کے مطابق ایک سو لوگوں نے داڑھی رکھی۔ ہزاروں لوگ فتنہ قادیانیت کے شر و فساد سے آگاہ ہوئے۔ ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک ہوا اور آنحضرت ﷺ سے محبت و عشق کا

بقیہ صفحہ 32 پر

قافلہ آخرت

ادارہ

حضرت مولانا فیض اللہ صاحب بھی چل بسے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور میر پور خاص کے امیر، مدینہ مسجد کے خطیب، مدینۃ العلوم میر پور کے مہتمم حضرت مولانا فیض اللہ صاحب ۲۰ مئی ۲۰۰۳ منگل و بدھ کی درمیانی شب اپنے گھر میر پور خاص میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا فیض اللہ صاحب مرحوم نے حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین مدنیؒ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالحق ربانی اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن قریشی باندوی سے تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ آپ مادر علمی دار القاسمیہ میر پور میں پڑھاتے رہے۔ ۲۰ سال شاہ ولی اللہ سکول میں ٹیچر رہے۔ ۴۵ سال جامع مسجد مدینہ شاہی بازار میر پور میں خطابت کی۔ ۲۵ سال مدرسہ مدینۃ العلوم میں اہتمام و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس وقت بھی مدینۃ العلوم میں مقامی و مسافر ۳۰۰ سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ موقوف علیہ تک کتب کی تعلیم اور حفظ و ناظرہ کا عمدہ اہتمام ہے۔ زندگی بھر جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے سیاسی و دینی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ سے خصوصی تعلق تھا۔ بارہا میر پور خاص ان اکابر کی میزبانی کا آپ نے شرف حاصل کیا۔ حضرت مولانا فیض اللہ صاحب نے دو شادیاں کیں۔ ۸ بیٹے اور ۸ بیٹیاں قدرت کا عطیہ ہیں۔ تمام اولاد اور دونوں اہلیہ محترمہ زندہ سلامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت با کرامت رکھیں۔ دو بیٹے قاری حمید اللہ اور قاری نجیب اللہ اس وقت شعبہ حفظ میں مدینۃ العلوم کے مدرس ہیں۔ ایک بیٹا جناب سعید اللہ کالج میں پڑھاتے ہیں۔ ایک بیٹا مولانا حفیظ الرحمٰن اس وقت دورہ حدیث کے طالب علم ہیں۔

آپ نے ان کو جانشین بنادیا تھا جو جامع مسجد مدینہ میں خطابت اور مدرسہ مدینۃ العلوم میں اہتمام کے فرائض کے ساتھ ساتھ تکمیل تعلیم کے لئے کوشاں ہیں۔ ایک بیٹی بھی حافظہ ہے۔ مولانا مرحوم کی پیدائش سے قبل والد مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ چچا حضرت مولانا قاری اسد اللہ صاحب نے آپ کی پرورش، تربیت اور تعلیم کا اہتمام کیا اور

باپ کی محبت چچا سے نصیب ہوئی۔ خدمت خلق، دینی اقدار کے احیاء، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، قادیانیت کے استحصال اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ بیماری میں آپ کے بھانجے حبیب نے آپ کی خدمت کا حق ادا کیا۔ وہ آپ کے سفر وحضر کا رفیق تھا۔ آخری دنوں میں وہ بھی بیمار ہوگیا۔ حضرت مرحوم کی بیماری کے باعث کھانا چھوٹ گیا تو حبیب نے بھی کھانا چھوڑ دیا۔ جس دن مولانا کا وصال ہوا اس دن اس عزیز حبیب کا انتقال ہوا۔ دونوں کی ایک ساتھ قبریں بنیں۔ خدمت وتعلق، یکجہتی کی عجیب مثال قائم ہوئی۔ اگلے دن جمعرات کو بعد از ظہر پولیس گراؤنڈ میں جنازہ ہوا۔ آپ کے جانشین عزیز از جان مولانا حفیظ الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔ علماء، انتظامیہ، معززین شہر، عوام کی بھاری تعداد نے جنازہ میں شرکت کی۔ میر پور کی ہر آنکھ اشکبار تھی۔ مثالی وتاریخی جنازہ ہوا۔ عامۃ المسلمین کے ساتھ عام قبرستان میں تدفین ہوئی۔ جنازہ وتدفین میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی حضرت مولانا احمد میاں حمادی اور حضرت مولانا محمد نذر عثمانی نے کی۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ ان کا انتقال پر ملال موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ اللہ رب العزت پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ مسجد ومدرسہ اور نیک اولاد ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔ دینی حلقہ جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے حضرت مرحوم کی وفات بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ عاش سعیداً ومات سعیداً!

آہ! حاجی غوث بخش ڈینہ

۲۰۰۲

تحصیل علی پور کے دیرینہ جماعتی رہنما ڈینہ برادری کے بزرگ محترم حاجی غوث بخش ۲۷ مئی منگل دوپہر کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محترم حاجی صاحب نے ناظرہ قرآن مجید اور ابتدائی چند عربی کتب یاکیوالی کے عالم دین حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم سے پڑھیں۔ آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اس زمانہ میں مجلس احرار اسلام کا طوطی بولتا تھا۔ چنانچہ یہ احرار میں نہ صرف شامل ہوئے بلکہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت بھی حاصل کیا۔ زندگی بھر حق کی سربلندی کے لئے کوشاں رہے۔ بدعات ورسوم کے خلاف برہنہ شمشیر تھے۔ اکابر علماء حق حضرت امیر شریعتؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، اور دوسرے حضرات سے اخلاص کا رشتہ رکھتے تھے۔ جب مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس میں نہ صرف شامل ہوئے بلکہ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ کی تحریک پر خود اور برادری کے دوسرے سرکردہ حضرات کے ساتھ مل کر قطعہ اراضی چوک پرمٹ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کیا۔ عمر بھر اس مدرسہ کی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز میں موجودہ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن

جالندھری سے اکابر والا احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مولانا جب سالانہ جلسہ پر تشریف لے جاتے جلد واپسی کا اصرار کرتے تو محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بیخ پا ہو جاتے کہ آپ ہمارے ہاں رات قیام کیوں نہیں کرتے۔ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے آخر وقت تک احترام و محبت کا رشتہ قائم رکھا۔

حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری' حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری میں سے کسی نہ کسی ایک کو ضرور ہر سال اپنی بستی میں بلاتے۔ ۹۰ سال کی عمر پائی۔ آخری وقت تک چاک و چوبند رہے۔ وفات سے چند گھنٹے قبل عالم بالا سے تعلق قائم ہوا۔ اپنے بزرگوں کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ لو وہ مجھے لینے کے لئے آ گئے۔ اس کے بعد ٹھیک ہو گئے۔ مولانا عبدالکریم سے باتیں کیں۔ ان بزرگوں کے آنے کا تذکرہ کیا اور یقین ہو گیا کہ اب یہ مہمان ہیں۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ اس شان میں دنیا سے رخصت ہوئے اور وفات کے بعد قابل رشک چہرہ ان کے جنتی ہونے کی گواہی پیش کر رہا تھا۔ دوسرے روز بدھ کو حضرت مولانا عبدالکریم کی امامت میں جنازہ ہوا۔ اور مرحوم کو آبائی قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

قاری محمد زرین نقشبندی کو صدمہ: جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد زرین کے بڑے بھائی صوفی محمد صادق 16 مئی بروز جمعتہ المبارک کو بٹگرام میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مرحوم قاری محمد یوسف خطیب جامع مسجد ہلال راولپنڈی ڈاکٹر عبدالغفور اور قاری محمد زرین کے بڑے بھائی تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت قبلہ خواجہ خان محمد مدظلہ سے تھا۔ آپ کے دو بیٹے عالم ہیں۔ آپ کے جنازہ میں علماء اور معززین شہر کی بڑی تعداد موجود تھی۔ قاری محمد زرین صاحب نے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے ان کے بھائی کی وفات پر ان سے تعزیت کی۔

مولانا عبدالقادر انجم کو صدمہ: پیر طریقت حضرت مولانا سعید احمدؒ ڈونگہ بونگہ کی اہلیہ اور مولانا عبدالقادر انجم کی والدہ وصال فرما گئیں۔ قارئین لولاک سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

☆......☆......☆

تعزیتی اجلاس: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت حکیم عبدالرحمن آزاد نے کی۔ اجلاس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف مسعود کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور مرحومین کے ایصال ثواب کے

لئے قرآن خوانی کی گئی۔ اجلاس میں حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے کی گئی خدمات کو سراہا گیا۔ اجلاس میں قاری محمد یوسف‘ مولانا فقیر اللہ اختر‘ حافظ محمد ثاقب‘ مولانا عبدالقدوس‘ شیخ بشیر احمد‘ پروفیسر محمد انور‘ پروفیسر محمد اعظم‘ حافظ محمد معاویہ‘ قاری عبدالغفور‘ قاری امان اللہ قادری‘ حافظ احسان الواحد‘ حافظ محمد الیاس اور سید حسین احمد زیدی نے شرکت کی۔

تعزیتی اجلاس چیچہ وطنی: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے زیر اہتمام غلہ منڈی میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت حاجی محمد ایوب نے کی۔ اجلاس میں حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف مسعودؒ کی وفات پر محاذ ختم نبوت پر کام کرنے والوں کے لئے عظیم صدمہ قرار دیتے ہوئے ان کی ارواح کے لئے ایصال ثواب کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔ اجلاس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے مبلغ مولانا عبدالحکیم‘ مولانا کفایت اللہ‘ حافظ محمد یاسین‘ محمد جاوید‘ حافظ محمد اصغر‘ مولانا احمد شاد ہاشمی‘ قاری محمد افضل اور حکیم عبدالشکور کے علاوہ متعدد حضرات نے شرکت کی۔

ضروری اعلان!

قارئین لولاک سے التماس ہے کہ جن قارئین کا سالانہ چندہ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ تک ختم ہوچکا ہے وہ حضرات براہ کرم سالانہ زرخریداری مبلغ =/۱۰۰ بذریعہ منی آرڈر بنام لولاک ارسال فرماکر مشکور فرمائیں۔ منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنے خریداری کا حوالہ ضرور تحریر فرمائیں۔ شکریہ!

خدارا شوگر کے مریض
ذرا عقل سے کام لیں
ساری زندگی عارضی وقتی انگریزی گولیوں پر گزارا کرنا تو کوئی عقلمندی نہیں۔ ہم نے شوگر سے مستقل نجات کیلئے دیسی طبی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا شوگر نجات کورس تیار کیا ہے آج ہی خود تشریف لائیں یا خط لکھیں یا صرف ٹیلیفون کرکے گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک وی پی VP شوگر نجات کورس منگوالیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے شفا منجانب اللہ پر ایمان رکھیں اگر آپ واقعی سمجھدار عقلمند ہیں تو ایک بار ہمارے شوگر نجات کورس کو آزما کر تو دیکھ لیں انشاء اللہ شوگر جڑ سے ہی ختم ہوجائے گی۔ ہمارا شوگر علاج انتہائی سستا آسان اور مختصر ہے
المسلم دارالحکمت رجسٹرڈ بالمقابل جامع مسجد مبارک جلالپور روڈ ضلع وشہر حافظ آباد ـــ پاکستان
اوقات ٹیلیفون
عصر 4 بجے سے رات 11 بجے تک
0438-521787
0438-522468
0320-5641046
آپ ہمیں صرف ٹیلیفون کریں باقی شوگر کورس آپ تک پہنچانا ہمارا کام ہے

مرزا غلام احمد قادیانی کی اٹھارہ اہم پیشگوئیوں کا تحقیقی جائزہ

بعنوان!

اہم پیشگوئیاں اور اس کا جائزہ

اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ان اٹھارہ پیشگوئیوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جن پر قادیانی سربراہ آنجہانی مرزا طاہر قادیانی سمیت ان کے مربیوں کو بڑا ناز ہے۔ واقعات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں اور غلط ثابت ہوئیں۔

مصنف: حافظ محمد اقبال رنگونی

مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر

قیمت 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

ملنے کا پتہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون نمبر: 514122-583486

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

رعایتی نرخ

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ
پروفیسر محمد الیاس برنیؒ
قیمت: -/150

مقدمہ قادیانی مذہب
پروفیسر محمد الیاس برنیؒ
قیمت: -/75

خاتم النبیین
حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ
ترجمہ: مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
قیمت: -/60

رئیس قادیان
مولانا محمد رفیق دلاوریؒ
قیمت: -/100

تحفہ قادیانیت
جلد اول
مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
قیمت: -/150

تحفہ قادیانیت
جلد دوم
مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
قیمت: -/150

تحفہ قادیانیت
جلد سوم
مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
قیمت: -/150

تحفہ قادیانیت
جلد چہارم
مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
قیمت: -/150

احتساب قادیانیت
جلد اول
مولانا لال حسین اخترؒ
قیمت: -/100

احتساب قادیانیت
جلد دوم
مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
قیمت: -/125

احتساب قادیانیت
جلد سوم
مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ
قیمت: -/125

احتساب قادیانیت
جلد چہارم
حضرت کشمیریؒ، حضرت تھانویؒ
حضرت عثمانیؒ، حضرت میرٹھیؒ
قیمت: -/125

احتساب قادیانیت
جلد پنجم
مولانا سید محمد علی مونگیریؒ
قیمت: -/125

احتساب قادیانیت
جلد ششم
قاضی سلیمان منصور پوریؒ
پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ
قیمت: -/125

احتساب قادیانیت
جلد ہفتم
مولانا سید محمد علی مونگیریؒ
قیمت: -/125

احتساب قادیانیت
جلد ہشتم
مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
قیمت: -/125

احتساب قادیانیت
جلد نہم
مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
قیمت: -/125

سوانح مولانا تاج محمودؒ
صاحبزادہ طارق محمود
قیمت: -/80

قومی تاریخی دستاویز
مولانا اللہ وسایا
قیمت: -/100

رفع نزول عیسیٰ علیہ السلام
مولانا عبداللطیف مسعود
قیمت: -/100

نوٹ: تحفہ مکمل سیٹ رعایتی قیمت -/400، احتساب قادیانیت مکمل سیٹ رعایتی قیمت -/900

رابطہ: دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122، 583486

نوٹ: ڈاک خرچ کتب منگوانے والے حضرات کے ذمہ ہوگا۔

تحفہ قادیانیت جلد پنجم !

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی ردّ قادیانیت پر تصنیف لطیف تحفہ قادیانیت جس کی چار جلدیں پہلے سے شائع ہو چکی تھیں۔اب جلد پنجم شائع ہو گئی جس میں ردقادیانیت پر حضرت لدھیانویؒ کے تمام مقالات کو جمع کر دیا گیا ہے۔مختلف نوعیت کے ہزاروں قادیانی فتنہ سے متعلق خدشات کو اس کتاب نے اجاگر کر دیا ہے۔

جو کہ 528 صفحات پر مشتمل ہے۔

رعایتی قیمت -/125 روپے ہے۔

پانچ جلدوں پر مشتمل مکمل سیٹ خریدنے پر

کل قیمت -/500 روپے ہے۔

وی پی نہ ہوگی۔پیشگی قیمت آنا ضروری ہے۔

احتساب قادیانیت جلد نہم !

مناظر اسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کے ردقادیانیت پر تمام رسائل کو احتساب قادیانیت کی دو جلدوں جلد ہشتم و جلد نہم میں شائع کر دیا گیا ہے۔جلد نہم بھی چھپ کر آ گئی ہے۔

☆......جلد ہشتم کی رعایتی قیمت -/125 روپے جلد نہم -/125 روپے

☆......دونوں جلدیں ایک ساتھ خریدنے پر دونوں کی قیمت -/200 روپے

☆......احتساب قادیانیت جلد نمبر 1 تا جلد نمبر 9 مکمل سیٹ کی قیمت -/900 روپے

☆......وی پی نہ ہوگی۔پیشگی قیمت آنا ضروری ہے۔

رابطہ کیلئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان،فون:514122

www.khatm-e-nubuwwat.com

Http://www.lolaak.clickhere2.net